عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

هفت روزه

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۱ | یکم تا ۸ رجمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ راپریل ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۱۶

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی

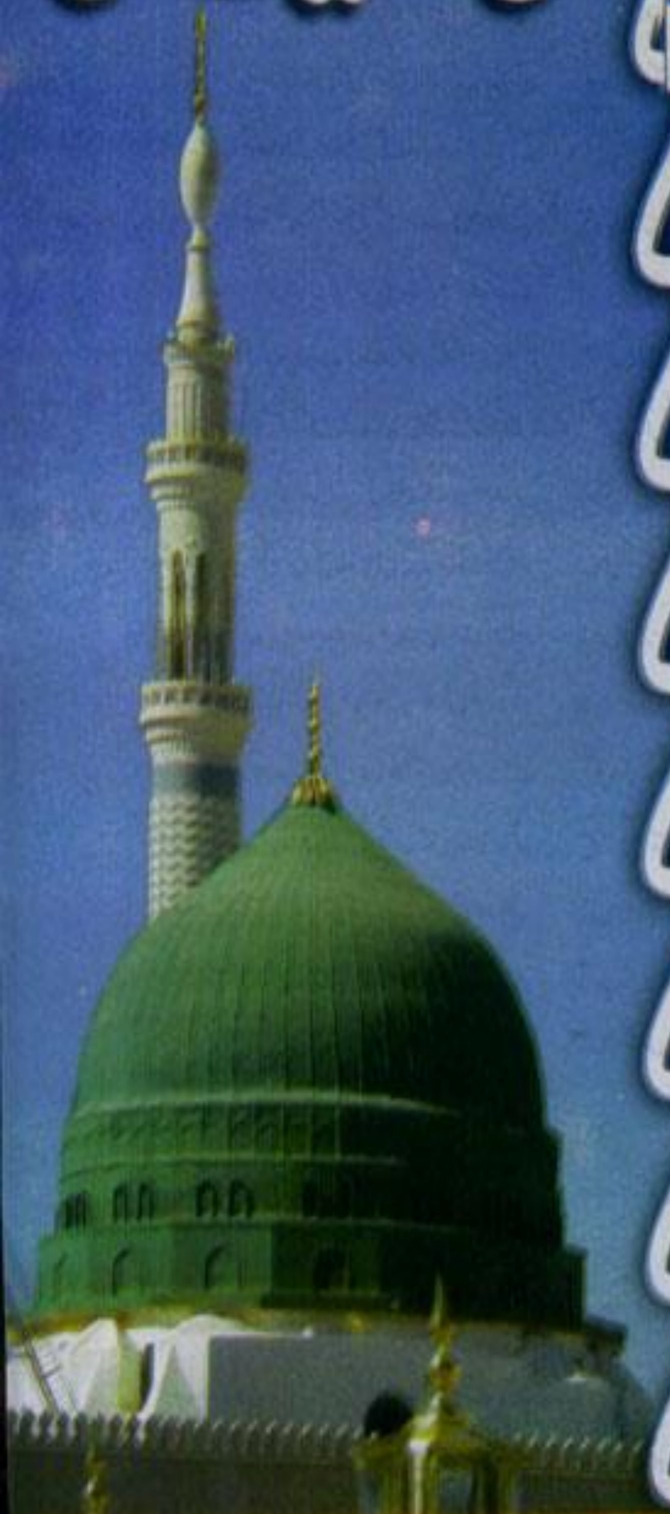

عیسائی خاتون پرنسپل کا قبولِ اسلام

جرمن عدالت کی حیرت انگیز رولنگ

غصہ اور اس کا علاج

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

وصیت کُل ترکہ کے صرف ایک تہائی میں نافذ ہوتی ہے... ایم اقبال خان، کراچی

س:...... میرے والد کا کافی عرصہ پہلے انتقال ہوگیا، ورثاء میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھے جو کہ سب شرعاً عاقل و بالغ تھے، والد صاحب نے ترکہ میں ایک فلیٹ اور نقد رقم سات ہزار روپے چھوڑے اور وصیت کی تھی کہ یہ فلیٹ فروخت کرکے ساٹھ ہزار روپے میرے پوتے اکرم شاہ کو دے دینا اور باقی کی رقم مسجد میں دے دینا، چونکہ مجھے علم نہیں تھا، اس لئے والد صاحب کی وصیت کے مطابق میں نے ایسا ہی کیا، جیسے انہوں نے کہا تھا یعنی دو لاکھ پینتالیس ہزار روپے میں فلیٹ فروخت ہوا اور بیس ہزار روپے بجلی کا بل، گیس کا بل اور دیگر واجبات ادا کردیئے تو ٹوٹل دو لاکھ پچیس ہزار روپے اور نقد سات ہزار روپے تھے جس میں سے ساٹھ ہزار روپے میں نے اکرم شاہ کو دے دیئے اور بقیہ ساری رقم مسجد میں دے دی، مگر کئی سال بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' دیکھ کر معلوم ہوا کہ وفات کے بعد تو ترکہ ورثاء کی ملکیت ہوجاتا ہے اور اس میں ورثاء کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب سے میں نے یہ مسئلہ پڑھا ہے اس وقت سے پریشان ہوں، اس لئے میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ والد صاحب کے ترکہ میں ہر ایک وارث کا کتنا حصہ بنتا تھا تاکہ میں اپنی طرف سے ہر ایک کو اس کا حصہ ادا کردوں اور دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری سے بری ہوجاؤں؟

ج:...... واضح رہے کہ وصیت کُل ترکہ کے صرف ایک تہائی میں نافذ ہوتی ہے اس سے زیادہ نہیں، ہاں اگر تمام ورثاء عاقل و بالغ ہوں اور ایک تہائی سے زیادہ یا پورا مال فی سبیل اللہ دینا چاہیں تو یہ ان کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر سب راضی ہوں تو درست ورنہ جو راضی نہ ہو، اس کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے، اسی طرح وصیت ورثاء کے لئے بھی نافذ نہیں ہوتی۔ پوتا چونکہ شرعاً اولاد کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا، اس لئے اس کے حق میں وصیت درست ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ نے جو اپنے والد مرحوم کی وصیت کے مطابق کیا، اگر سب ورثاء اس فعل پر راضی ہیں تو درست ورنہ جو راضی نہ ہو اس کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہوگی: ۲۲۵۰۰۰+۷۰۰۰= ۲۳۲۰۰۰ روپے ہیں، جس میں سے وصیت کے مطابق ایک تہائی منہا کئے جو کہ ۷۷۳۳۳.۳۳ روپے ہیں اور اس میں ۶۰۰۰۰ روپے اکرم شاہ کے ہوں گے اور باقی کی رقم مسجد کی ہوگی۔ ترکہ کے باقی دو تہائی یعنی ۱۵۴۶۶۶.۶۷ روپے ورثاء کے درمیان پانچ حصوں میں اس طرح تقسیم ہوں گے کہ ہر لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملیں گے اور یہ تقسیم بھی اس وقت ہوگی جب کہ آپ کے پاس وصیت کے دو گواہ یا کوئی تحریر یا پھر سب ورثاء آپ کی بات پر متفق ہوں اور وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں ورنہ پھر پورے مال کو مذکورہ بالا طریقے کے مطابق پانچ حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔

زکوٰۃ کی رقم سے بیٹی کی شادی کے اخراجات ادا کرنا

عبدالسلام، کراچی

س:...... ایک شخص کی بیٹی کی شادی ہورہی ہے اور اس شخص کے پاس شادی کے اخراجات نہیں ہیں، ایک چھوٹی سی دکان میں پانچ یا دس ہزار کا مال اس کی ملکیت ہے، اس کی بیٹی کے پاس بھی زیور یا نقد ملکیت میں نہیں، جہیز کی کچھ چیزیں رشتہ داروں نے مہیا کی ہیں۔ کیا اس صورت حال میں اس شخص یا اس کی بیٹی کو زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا اور اس سے شادی کے دیگر اخراجات سامان یا کھانا وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر بنی برحقیقت ہے تو اس صورت میں سائل کی بیٹی کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے اور قبضہ کرنے کے بعد وہ اس کی ملکیت تصور ہوگی اور اس سلسلہ میں بااختیار ہوگی، جس طرح اور جہاں چاہے خرچ کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ — یکم تا ۸ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰/اپریل ۲۰۱۲ء — شمارہ:۱۶

اس شمارے میں!

کراچی کے حالات اور ہماری ذمہ داری	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی	۷	محمد وثیق ندوی
غصہ اور اس کا علاج	۱۰	مفتی محمود اشرف عثمانی
جرمن عدالت کی حیرت انگیز رولنگ	۱۳	رپورٹ: علی ہلال
سفر حرمین شریفین اور عمرہ کی ادائیگی (۲)	۱۵	محمد وسیم غزالی
آپ ﷺ کا استقلال! (۸)	۱۹	مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی
لاہوری جماعت کی حقیقت! (۲)	۲۱	مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ
عیسائی خاتون پرنسپل کا قبول اسلام	۲۵	مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل، عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

بقدرِ کفایت روزی پر صبر کرنا

”حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ لائقِ رشک وہ مؤمن ہے جس کی کمر (زیادہ اہل وعیال اور دُنیا کے زیادہ کاروبار کے بوجھ سے) ہلکی پھلکی ہو، نماز سے بڑا حصہ رکھتا ہو، اپنے رَبّ کی خوب عبادت کرے اور تنہائی میں اس کی فرمانبرداری کرے، لوگوں میں گمنام ہو کہ اس کی طرف اُنگلیاں نہ اُٹھتی ہوں، اور اس کی روزی بقدرِ کفایت ہو، پس وہ اس پر صبر کرے۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹکی بجائی فرمایا: اس کی موت جلدی آجائے، اس پر رونے والیاں بھی کم ہوں اور اس کی وراثت بھی کم ہو۔

(ترمذی ج:۲ ص:۵۸)

اسی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دُوسرا ارشاد نقل کیا ہے کہ: میرے رَبّ نے مجھے یہ پیشکش کی کہ وہ میرے لئے وادیٔ مکہ کو سونا بنادیں، میں نے عرض کیا: نہیں اے رَبّ! بلکہ میں ایک دن سیر ہوا کروں اور ایک دن بھوکا رہا کروں، پس جب بھوک ہو تو میری کے لئے تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں، اور جب پیٹ بھر جائے تو تیرا شکر اور تیری حمد بجالاؤں۔“

پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام دوستوں میں سے اس مؤمن کو لائقِ رشک فرمایا جس میں یہ صفات پائی جائیں:-

۱:...اس کے ساتھ اہل وعیال کا زیادہ جھمیلا نہ ہو، نہ زیادہ کاروبار کا بکھیڑا ہو، بلکہ وہ ان چیزوں سے ہلکا پھلکا اور فارغ البال ہو، اس لئے کہ عموماً یہ چیزیں آدمی کو ایسا پھانس لیتی ہیں کہ اسے دین ودُنیا کا کوئی ہوش نہیں رہتا، ہاں! کسی شخص کو اہل اللہ کی صحبت سے ایسی حالت نصیب ہوجائے کہ یہ سارے جھگڑے بکھیڑے بھی اس کے دامنِ دل کو نہ کھینچ سکیں، اور باہمہ اور بے ہمہ کی کیفیت پیدا ہوجائے، اہل وعیال کی مشغولی اسے یادِ خداوندی سے مانع نہ رہے، تو اس کا شمار بھی انہی خوش قسمت لوگوں میں ہوگا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لائقِ رشک فرمایا ہے، بلکہ بعید نہیں کہ اس کا مرتبہ اور زیادہ بلند ہوجائے اس لئے کہ اجر بقدرِ مجاہدہ ملتا ہے، اور اس شخص کا مجاہدہ ہلکے پھلکے آدمی سے یقیناً بڑھ کر ہے، تاہم اگر کسی کے پاس اہل وعیال اور دُنیا کے مال کی قلت ہو تو اس پر افسوس اور حسرت کی ضرورت نہیں، بلکہ حق تعالیٰ صحیح بصیرت نصیب فرمائے تو بارشادِ نبوی یہ حالت لائقِ رشک ہے۔

۲:...اس مؤمن کی دُوسری لائقِ رشک ادا یہ ذکر فرمائی کہ اسے نماز میں راحت ولذّت حاصل ہو، اور نماز کا ایک خاص حظ اور حصہ اس کو عطا کیا گیا ہو، اسی کے ساتھ اپنے رَبّ جل شانہٗ کی عبادت میں اسے احسان کا درجہ حاصل ہو، اور تنہائی میں جہاں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو، اپنے رَبّ تعالیٰ کی خوب عبادت وفرمانبرداری کرتا ہو، یہ صفت لائقِ رشک اس لئے ہے کہ یہی مقصودِ زیست اور مقصدِ زندگی ہے، اس دُنیا میں اس سے بڑھ کر نہ کوئی نعمت ہے، نہ لذّت کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی یاد اور اپنی اطاعت وعبادت کے لئے منتخب فرمالے۔

۳:...تیسری لائقِ رشک صفت یہ ارشاد فرمائی کہ وہ دُنیا میں گم نام ہو، نہ اس کے نام کی شہرت، نہ اس کی طرف نظریں اُٹھتی ہوں، نہ اُنگلیوں سے اشارے کئے جاتے ہوں، نہ محافل ومجالس میں اس کے لئے جگہ خالی کی جاتی ہو۔

عام لوگ شہرت وعزّت کے خواہاں رہتے ہیں، اور اس کے لئے بڑی تگ ودو اور کوششیں کرتے ہیں، اور یہ چیز ایک مستقل دردِ سر اور عذاب بن کر رہ جاتی ہے، پھر دُنیوی شہرت ایسی چیز ہے کہ بہت ہی کم آدمی اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، اور پھر یہ ایسی لغو اور فضول چیز ہے کہ آخرت میں تو اس کا کیا نفع ہوتا، دُنیا میں بھی سوائے پریشانی اور فکر کے اس سے کچھ حاصل نہیں، ہاں! کسی کی قلبی صلاحیتیں ہی ماؤف ہوگئی ہوں، اور جس طرح خارشتی کو خارش میں لذّت آتی ہے، وہ شہرت کے آفات ہی میں لذّت محسوس کرے تو وہ بحث سے خارج ہے۔

یہاں یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کوشش وطلب کے بغیر حق تعالیٰ وہبی طور پر شہرت عطا کردیں اور اس کو مخلوق کی اصلاح وارشاد اور نفع رسانی کا ذریعہ بنادیں تو وہ مذموم نہیں۔ لیکن اس کے غوائل وآفات سے پھر بھی ڈرتے رہنا اور حق تعالیٰ شانہٗ سے حفاظت کی اِلتجائیں کرتے رہنا ضروری ہے۔

۴:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لائقِ رشک مؤمن کے بارے میں تین باتیں اور ذکر فرمائیں، اوّل چٹکی بجاکر یوں فرمایا کہ اس کی موت جلدی آجائے۔ بعض حضرات نے اس کی تفسیر قلتِ عمر سے فرمائی ہے، کیونکہ عمر کم ہوگی تو دُنیا کے شر وفساد اور معصیت اور گناہ کے انبار سے محفوظ رہے گا، اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر نزع کی آسانی سے فرمائی ہے، یعنی چونکہ اس کی رُوح دُنیا کی چیزوں میں اَٹکی ہوئی نہیں ہے اور اس پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ملاقات کے شوق اور دارالقرار کی منزل تک پہنچنے کا غلبہ ہے اس لئے اس کی رُوح جلدی نکل جاتی ہے، اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی میں اس کے اخراجات ومصارف کم تھے، اسی طرح اس کی موت کے مصارف بھی کم سے کم ہوں، اور کسی طمطراق کے بغیر جلد از جلد اسے سپردِ خاک کردیا جائے، اس ارشاد کا اگر پہلا مطلب لیا جائے یعنی عمر کا کم ہونا، تو یہ ہر شخص کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ دُوسری احادیث میں طولِ عمر کو جب اس کے ساتھ حسنِ عمل بھی ہو، افضل فرمایا گیا ہے۔

(جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

کراچی کے حالات اور ہماری ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارا شہر کراچی ایک عرصہ سے بدامنی، ظلم، مار دھاڑ، قتل، اغوا برائے تاوان، بھتہ خوری، لسانی، صوبائی، سیاسی، مذہبی کشمکش، معرکہ آرائی اور گروہ بندی جیسے مکروہ و مبغوض افعال و اعمال کی آماجگاہ اور برسرپیکار متحارب گروپوں کا میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سیاسی و مذہبی جماعتوں کی طرف سے احتجاجی ہڑتالوں، مصروف چوک و چوراہوں پر دھرنوں اور حکومت کی طرف سے بجلی و گیس کی لوڈشیڈنگ اور آئے دن اشیائے خورد و نوش اور تیل و پیٹرول کی قیمتوں میں ہوشربا اضافوں نے مظلوک الحال عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ ان حالات اور اس فضا میں کراچی کا ہر باسی اور ہر باشندہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے پر مجبور اور غیر یقینی صورت حال کا شکار نظر آتا ہے۔

حکومت ہو یا عوام کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ کسی کو نہیں معلوم کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ ہر فریق کی طرف سے الزامات، اتہامات اور پروپیگنڈا کا اتنا شد و مد کے ساتھ ڈھنڈورا پیٹا گیا اور اتنا داستانوں اور افسانوں میں گرد و غبار اڑا دیا گیا کہ کسی کا چہرہ پہچانا بھی نہیں جاتا، لیکن جب یہ غبار بیٹھے گا تو پتہ چلے گا کہ کرنے والوں نے کیا کر دیا۔ حکمران ہیں تو وہ عوام کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں اور عوام ہیں تو وہ حکمرانوں کو قصوروار اور ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عوام ہوں یا حکمران ہر ایک اپنی اپنی حیثیت، عہدہ اور منصب کے اعتبار سے حالات کے بگاڑ اور فساد کا ذمہ دار ہے۔ ہر ایک کو ان حالات کا ذمہ دار سمجھنا چاہئے اور ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔

ا:... من حیث القوم جن گناہوں کے ہم مرتکب ہیں ان میں سے ایک عریانی، فحاشی اور بے حیائی ہے، جس کو ہم نے اپنے معاشرہ میں نہ صرف یہ کہ قبول اور برداشت کیا ہوا ہے بلکہ اسے روز افزوں رواج اور عام کرنے کی کوششیں کی جاری ہیں، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو سب سے پہلے اس سے حیاء اور شرم کو زائل کر دیتے ہیں اور جب وہ بے شرم بن جاتا ہے تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غصیارہ اور لوگوں کی نگاہ میں مبغوض بن جائے گا اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا تو اس سے امانت زائل ہو جائے گی اور وہ خائن بن جائے گا اور علی الاعلان خیانت کرنے لگے گا اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا تو اس کے دل سے رحمت نکال لی جائے گی اور وہ مخلوق پر شفقت نہ کرے گا اور جب اس درجہ پر پہنچ جائے گا تو لوگوں کے یہاں مردود اور ملعون بن جائے گا اور جب اس درجہ پر پہنچ جائے گا تو اسلام کی رسی اس کے گلے سے نکل جائے گی۔" (جامع الصغیر)

۲:... من حیث القوم ہم نے علماء، صلحاء اور اولیاء اللہ کی ناقدری اور اہانت کو اپنا وطیرہ بنایا ہوا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آتا ہے، میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیر۔" (درمنثور، ج:۳، ص:۱۸۹)

ہر آدمی سوچ سکتا ہے کہ اللہ جل شانہ سے لڑائی کرکے دنیا میں کون شخص، کون سا ادارہ، کون سا شہر یا کون سا ملک فلاح پا سکتا ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ قرآن کریم کی آیت: "ذالک بما عصوا و کانوا یعتدون" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان یہود کو کفر اور انبیاء کے قتل پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی اور یہ خصلت نافرمانی کی ان میں آہستہ آہستہ مستحکم ہوتی گئی اور یہ لوگ گناہوں میں حد سے تجاوز کرتے گئے، یہاں تک کہ ان گناہوں کو بہتر جاننے لگے اور جو ان کو گناہوں سے منع کرتا تھا اس کو اپنا دشمن سمجھتے تھے، رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ انبیاء کو جو

گناہوں کے منع کرنے میں مبالغہ کرتے تھے قتل کرڈالا اور قرآن کریم کی آیات کا صریح انکار کیا اور یہ گناہ کی نحوست ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ اعتقاد میں بھی فتور پھر تغیر پیدا کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء ربانی گناہوں کی مداومت سے نہایت تاکید سے منع کرتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں اور جو چیز ان سے مانع ہو اس کی بُرائی دل میں جم جاتی ہے، حتیٰ کہ آخر نوبت کفر کے حدود تک پہنچ جاتی ہے، چنانچہ (حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا) مقولہ ہے: ''جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے اس کو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے اس کو فرائض کی محرومی سے سزا دی جاتی ہے اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا کیا جاتا ہے۔'' (یہ بہت ہی سخت اندیشناک بات ہے)۔ (تفسیر عزیزی مترجم اردو، ج:۱، ص:۴۷۸، ۴۷۹)

۳:... من حیث القوم ہم اپنے اپنے دائرہ میں گناہوں میں لت پت اور ڈوبے ہوئے ہیں، جن کی بنا پر ہمارے اعمال بگڑے ہوئے اور ہم پر بے رحم اور بے انصاف حکمران مسلط ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''وکذالک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون'' (الانعام:۱۲۹)... اور اسی طرح ہم مسلط کیا کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بہ سبب ان بدعملیوں کے جو وہ کرتے ہیں... یعنی جس قسم کے اعمال بندوں کے بگڑتے یا سنورتے ہیں، اس قسم کے حاکم، اللہ تعالیٰ ان پر مسلط کرتے ہیں، مشکوٰۃ میں حدیث قدسی ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَالِکُ الْمُلُوْکِ وَمَلِکُ الْمُلُوْکِ، قُلُوْبُ الْمُلُوْکِ فِیْ یَدِیْ، وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْکِھِمْ عَلَیْھِمْ بِالرَّحْمَۃِ وَالرَّاْفَۃِ، وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَھُمْ بِالسُّخْطَۃِ وَالنِّقْمَۃِ فَسَامُوْھُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْکِ وَلٰکِنِ اشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالذِّکْرِ وَالتَّضَرُّعِ کَیْ اَکْفِیَکُمْ۔'' (مشکوٰۃ، ص:۳۲۳)

ترجمہ:...... میں اللہ ہوں! میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ لوگ جب میری اطاعت کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہوں، وہ ان سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے ہیں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دلوں کو سختی اور ظلم کی طرف پھیر دیتا ہوں، پھر لوگ حکمرانوں کو بددعائیں دیتے ہیں۔ اے میرے بندو! تم اپنے حاکموں کو گالیاں نہ دو، تمہارے حاکم اگر ظالم ہیں تو میری طرف التجا کرو تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو تمہارے حاکموں کو بدل دوں گا۔''

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک بار کراچی کے مخدوش حالات پر کڑھتے ہوئے اور سوز دل سے اپنے ایک بیان میں فرمایا تھا:

''... اے کاش! کہ کراچی والے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم جیسی دانش مندی کا مظاہرہ کرتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے، جس نے جس پر کوئی ظلم و زیادتی کی ہے، اس ظلم و زیادتی سے تائب ہو جائیں اور معافی مانگیں! خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج عذاب ٹل سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایت حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ساتھ تم سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہیں ہے، ارشاد الٰہی: ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ'' کے مصداق تم خیر امت ہو اور خیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر الامم ہو۔

لیکن جب توبہ ہی نہ کرو اور اپنی اصلاح ہی نہ کرو، اپنی روش ہی نہ بدلو، تو پھر تم کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کروائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، ہمارے اعمال اتنے بگڑ گئے ہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا اور کسی کی بھی عقل میں نہیں آتا کہ کیا کریں؟ حکومت کہتی ہے کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہے، اور دوسرے لوگ جو ذمہ دار ہیں وہ سب عاجز آچکے ہیں، کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں؟ عذاب الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلے گی، یہ عذاب الٰہی ہے!۔'' (اصلاحی خطبات، ج:۶، ص:۳۴۰)

ان مخدوش حالات میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سب حکمران ہوں یا عوام اپنی ان تمام کوتاہیوں، بدعملیوں اور گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے اپنے دائرہ کار میں اصلاح احوال کی کوشش کریں، انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت ہماری طرف متوجہ ہوگی اور اس کے سبب امن و سکون، عدل و انصاف اور اسباب معیشت کی فراوانی ہوگی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی

اور مہذب دنیا کا روشن چہرہ

محمد وثیق ندوی

سرورکائنات، خاتم الرسل، سید الاولین والآخرین محسن انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔'' (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:''اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو سارے جہاں اور سارے جہان والوں کیلئے محض رحمت بنا کے بھیجا ہے۔''

یہ قرآنی اعلان جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا گیا ہے، اپنی وسعت وکثرت، اپنی مقدار وکمیت (Quantity) کے اعتبار سے بھی اور اپنی نوعیت وافادیت، اپنے جوہر وکیفیت (Quality) کے اعتبار سے بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رحمت'' کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ کسی جاں بلب مریض کی جان بچالی جائے، ایک بچہ دم توڑ رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب آخری ہچکی لے گا، ماں رو رہی ہے کہ میرا لال دنیا سے رخصت ہو رہا ہے، اس سے کچھ نہیں ہوسکتا، کہ اچانک ایک طبیب حاذق فرشتہ رحمت بن کر پہنچتا ہے اور کہتا ہے: گھبرانے کی کوئی بات نہیں، وہ دوا کا ایک قطرہ بچے کے حلق میں ٹپکاتا ہے، وہ آنکھیں کھول دیتا ہے، سب اس کو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ کہیں گے اور دوسری ساری رحمتیں اس ''رحمت'' کے سامنے ماند ہوجائیں گی۔

''رحمت'' کا آخری مظہر یہ ہے کہ پوری انسانیت کو ہلاکت سے بچایا جائے، پھر ہلاکت ہلاکت اور خطرہ خطرہ میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے، ایک عارضی ہلاکت اور تھوڑی دیر کا خطرہ ہے، ایک ابدی ہلاکت اور دائمی خطرہ ہے، خدا کے پیغمبر انسانوں کے ساتھ ''رحمت'' کا جو معاملہ کرتے ہیں، وہ دوسری رحمتوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔''

چھٹی صدی مسیحی میں پوری نوع انسانی خودکشی پر آمادہ و کمربستہ تھی، جیسے خودکشی کرنے کی اس نے قسم کھائی ہے، ساری دنیا میں خودکشی کی تیاری ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس منظر اور صورت حال کی جو تصویر کھینچی ہے، اس سے بہتر کوئی بڑے سے بڑا مصور، ادیب و مورخ تصویر نہیں کھینچ سکتا، وہ فرماتا ہے:

''...وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا....''

(آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ:''اور خدا کی مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔''

حدیث نبوی شریف میں آتا ہے:

''ان اللّٰہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا بعض الکتاب۔'' (مسند احمد)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر دوڑائی تو اس کو ان سے نفرت ہوئی عربوں سے بھی اور غیر عربوں سے بھی سوا چند بچے کھچے اہل کتاب کے۔''

دور جاہلیت جس میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، مسئلہ کسی ایک قوم کے بگاڑ کا یا چند متعینہ برائیوں کا نہیں تھا، مسئلہ یہ تھا کہ انسان انسانیت کو خاک میں ملا رہا تھا، مسئلہ یہ نہیں تھا کہ عرب کے کچھ سنگ دل اور قسی القلب لوگ اپنی معصوم بچیوں کو جھوٹی شرم اور خیالی ننگ و عار سے بچنے کے لئے ایک خود ساختہ تخیل اور ایک ظالمانہ روایت کی بنا پر اپنے ہاتھوں زمین میں زندہ دفن کر دینا چاہتے تھے، مسئلہ یہ تھا کہ مادر گیتی اپنی پوری نسل کو زندہ دفن کرنا چاہتی تھی۔

اس وقت کی صورت حال کی تمثیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے:

''میری اس دعوت و ہدایت کی مثال جس کے ساتھ مجھے دنیا میں بھیجا گیا ہے، ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی، جب اس کی روشنی گردوپیش میں

پھیلی تو وہ پروانے اور کیڑے جو آگ پر گرا کرتے ہیں، ہر طرف سے امنڈ کر اس میں کودنے لگے، اسی طرح سے تم آگ میں گرنا اور کودنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو اس سے بچاتا اور علیحدہ کرتا ہوں۔" (صحیح بخاری، مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸)

جاہلیت میں تمدن صرف [illegible] ہی نہیں تھا، متعفن ہوگیا تھا، اس میں کیڑے پڑ گئے تھے، انسان نوعِ انسانی کا شکاری بن گیا تھا، اس کو کسی انسان کی جانکنی، کسی زخمی کی تڑپ اور کسی مصیبت زدہ کی کراہ میں وہ مزا آنے لگا تھا جو جام و سبو میں اور دنیا کے لذیذ سے لذیذ کھانے اور خوشنما منظر میں نہیں آتا تھا۔ یورپین مورخین لکھتے ہیں:

"اہل روما کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ، فرحت افزا اور مست کر دینے والا نظارہ وہ ہوتا تھا جب باہم شمشیر زنی یا خونخوار جانوروں کی لڑائی میں ہزیمت خوردہ اور مجروح جانکنی کی تکلیف میں مبتلا ہوتا اور موت کے کرب میں آخری ہچکی لیتا، اس وقت روما کے خوش باش اور زندہ دل تماشائی اس خوش کن منظر کو دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے اور پولیس کو بھی ان کو کنٹرول میں رکھنا ممکن نہ ہوتا۔" (ملاحظہ ہو لیکی کی کتاب "تاریخ اخلاق یورپ")

اس حالت میں جبکہ پوری انسانیت جاں بلب تھی، خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، ارشاد ہوا:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔" (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: "اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو سارے جہاں اور سارے جہان والوں کیلئے محض رحمت بنا کے بھیجا ہے۔"

بعثت محمدی نے کیا انقلاب عظیم برپا کیا؟ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقم طراز ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی، انسانوں کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی دھن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی) لگ گئی، جس طرح بہار یا برسات کے موسم میں زمین میں روئیدگی، سوکھی ٹہنیوں اور پتیوں میں شادابی اور ہریالی پیدا ہو جاتی ہے، نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اور در و دیوار پر سبزہ اگنے لگتا ہے، اسی طرح بعثت محمدی کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں نیا سودا سما گیا، کروڑوں انسان اپنی حقیقی منزل کی تلاش اور اس پر پہنچنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے، ہر ملک اور قوم میں طبیعتوں میں یہی نشہ اور ہر طبقے میں اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا یہی جذبہ موجزن نظر آتا ہے، عرب و عجم، مصر و شام، ترکستان اور ایران، عراق و خراسان، شمالی افریقہ اور اسپین اور بالآخر ہمارا ملک ہندوستان اور جزائر شرق الہند سب اسی صہبائے محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوگئی، آپ تاریخ اور تذکرہ کی کتابیں پڑھئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ خدا طلبی اور خداشناسی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا، شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، بڑی تعداد میں ایسے خدا مست، عالی ہمت، عارف کامل، داعی حق اور خادم خلق، انسان دوست، ایثار پیشہ انسان نظر آتے ہیں، جن پر فرشتے بھی رشک کریں، انہوں نے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیں، عشق الٰہی کا شعلہ بھڑکا دیا، نفوس کی کھیتیاں ہری بھری بنا دیئے، علم و معرفت اور محبت کی جنت [illegible] اور جہالت و وحشت، ظلم و عداوت سے نفرت پیدا کر دی، مساوات کا سبق پڑھایا، دکھوں سے بھرے اور سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے لگایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر چپہ زمین پر ان کا نزول ہوا اور اس کا شمار ناممکن ہے۔

آپ ان کی کثرت (کمیت) کے علاوہ ان کی کیفیت کو دیکھئے، ان کی ذہنی پرواز، ان کی روح کی لطافت اور ذکاوت اور ان کے ذوق سلیم کے واقعات پڑھئے، انسانوں کے لئے کس طرح ان کا دل روتا اور ان کے غم میں گھلتا اور کس طرح ان کی روح سلگتی تھی، انسانوں کو نجات دینے کے لئے وہ کس طرح اپنے کو خطرہ میں ڈالتے اور اپنی اولاد اور متعلقین کو آزمائش میں مبتلا کرتے تھے، ان کے حاکموں کو اپنی ذمہ داری کا کس قدر احساس اور محکوموں میں اطاعت و تعاون کا کس قدر جذبہ تھا، ان کے ذوق عبادت ان کی قوت دعا، ان کے زہد و فقر، جذبۂ خدمت اور مکارم اخلاق کے واقعات پڑھئے، نفس کے ساتھ ان کا انصاف، اپنا احتساب، کمزوروں پر شفقت، دوست پروری، دشمن نوازی اور ہمدردیٔ خلائق کے نمونے دیکھئے، بعض اوقات شاعروں اور ادیبوں کی قوت متخیلہ بھی ان بلندیوں تک نہیں پہنچتی، جہاں وہ اپنے جسم و عمل کے ساتھ پہنچے، اگر تاریخ کی مستند اور متواتر شہادت نہ ہوتی تو یہ واقعات قصے کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے۔ یہ انقلاب عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ اور آپ کی "رحمۃ للعالمینی" کا

کرشمہ ہے۔" (تہذیب وتمدن پر اسلام کے احسانات واثرات، ص:۱۴۸تا۱۴۰)

جس نبی عظیم محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا عظیم انسانی انقلاب برپا کیا ہو، وہ بدامنی اور دہشت گردی کا معلم کیسے ہوسکتا ہے؟ موجودہ دور میں جو علم وتحقیق کا دور ہے، رحمۃ للعالمین پر تشدد، دہشت گردی، قتل و غارتگری اور بدامنی عام کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے، حالانکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ۸۲ کوششوں میں (جن میں ۲۸ میں آپ نے خود قیادت کی) صرف ۲۵۹ مسلمان اور ۷۵۹ مخالفین کام آئے، ان تمام مقابلوں میں صرف ۱۱ مسلمان قید ہوئے، البتہ مخالفین کے ۶۵۴۶ افراد قیدی بنائے گئے، جو فدیہ سے یا فدیہ کے بغیر آزاد کردیئے گئے اور ان میں سے جو بلا کسی شرط کے چھوڑے گئے، ان کی تعداد ۶۳۴۷ ہے اور ان کے ساتھ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی گئی، زخمیوں کی تعداد بھی فریقین کو ملا کر ۳۰۰ کے قریب ہوئی۔ (رہبر انسانیت، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، دار الرشید لکھنو)

تمام جنگوں میں جو انسانی رواداری اور حسن اخلاق کا معاملہ رہا اس کا دوسرے مذہبوں اور تمدنوں کے درمیان ہونے والی جنگوں سے موازنہ کیا جائے تو حیرت ناک نمونہ سامنے آتا ہے، اسلام کے علاوہ کوئی بھی مذہب، کوئی بھی قوم، کوئی بھی معاشرہ، سائنس اور امن کے لئے کوشاں کوئی ادارہ آج تک اس طرح کا امن پسندی اور حق طلبی کا انقلاب برپا نہیں کرسکا اور یہ انقلاب بھی ایسا انسانی انقلاب تھا کہ اس کے نتیجہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نظام کی بنیاد رکھی جس کی برکات صدیاں گزر جانے کے بعد بھی انسانی سینوں میں محسوس کی جاسکتی ہیں۔

جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لے کر آزاد کردیا، ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا، بہت سے قیدیوں کا اعتراف موجود ہے کہ مسلمان اپنے بچوں سے بڑھ کر ان کے آرام وراحت کا اہتمام کرتے تھے۔

جنگ بدر کے بعد غزوۂ بنی المصطلق میں سو سے زائد مرد و عورت قید ہوئے، وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کردیے گئے۔

حدیبیہ کے میدان میں ۸۰ حملہ آور گرفتار ہوئے، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط و بلا کسی جرمانہ کے آزاد کردیا۔

جنگ حنین میں چھ ہزار زن و مرد بلا کسی شرط و بلا کسی معاوضہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمادیا، بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور پھر اکثر قیدیوں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ عورت، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے، جب سریہ بھیجتے تو ان لوگوں کو تاکید کردیتے کہ منکرین خدا کو قتل کرنا ہو تو مثلہ نہ کرو، یعنی ان کے جسم کے اعضاء کو نہ بگاڑو، کفار سے جب کچھ معاہدہ کرو تو بدعہدی نہ کرو، عورت، بچے اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔

جس بستی یا قبیلہ سے اذان کی آواز سنی جائے یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو، وہاں حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی اور جو شخص کلمہ پڑھ لیتا گو اس نے تلوار کے خوف ہی سے پڑھا ہو، اس کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے، صحابہ کرام کہتے تھے کہ یارسول اللہ! اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟

حضرت اسامہ بن زید اور محلم بن جثامہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی بنا پر ناراض ہوئے اور آپ نے اسامہ بن زید سے وعدہ لیا کہ میرے سامنے یا میرے بعد بھی کبھی ایسے دشمن شخص کو قتل نہ کرنا جو کلمہ پڑھ لے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بداحتیاطی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سخت ناراض ہوئے۔ (اصح السیر، ص:۲۴۵)

سیرت ابن کثیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں اپنے اصحاب ورفقاء کو حکم دیا کہ کسی بچے، عورت، مرد یا غلام جو کام کاج کے لئے ہو، ہاتھ نہ اٹھایا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے قتل پر جو حنین میں ماری گئی، افسوس کا اظہار کیا۔ (سیرت ابن کثیر)

محسن انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعلیٰ ترین تعلیم وتربیت ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق وشام، مصر وعرب اور ایران وخراسان کے سینکڑوں شہر فتح کئے گئے مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں، جنگ آزماؤں یا رعایا کے ساتھ اس طرح کی سختی اور زیادتی کا برتاؤ نہیں ملتا، جو اس زمانہ کی جنگوں میں رائج تھا، مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نہیں ملتا۔

اسلام کی جنگوں کے حالات سامنے رکھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگانے والی اقوام کی تاریخ ملاحظہ کریں تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوگا۔

گستاؤلی بان نے اپنی کتاب "تمدن العرب" میں لکھا ہے کہ: "جب صلیبی فوجی قدس میں داخل ہوئے تو آٹھ دنوں تک خون کی ہولی کھیلی اور تقریباً ساٹھ ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتاردیا، حتیٰ کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو بھی نہیں بخشا

(باقی صفحہ 23 پر ملاحظہ فرمائیں)

غصہ اوراس کاعلاج

مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی

واضح رہے کہ غصہ اگرچہ کسی کو زیادہ آتا ہے اور کسی کو کم لیکن اپنی ذات کے اعتبار سے غصہ کا آجانا ایک فطری اور طبعی چیز ہے، جیسا کہ بھوک لگنا، پیاس لگنا، شہوت کا ہونا، طبعی خواہشات کا پیدا ہونا یہ طبعی امور ہیں لیکن بھوک لگنے کا مطلب یہ نہیں کہ حلال حرام کی پروا کئے بغیر یا اچھی اور بُری چیز کی تمیز کئے بغیر آدمی کوئی بھی چیز منہ میں ڈال کر نگل لے، یہی حال پیاس اور دوسری طبعی خواہشات کا ہے، اسی طرح اگر کسی ناگوار بات، خلاف مزاج بات پر آدمی کو غیر اختیاری طور سے غصہ آجائے تو اس حد تک گناہ نہیں، بلکہ اگر غصہ سے چہرہ سرخ ہوجائے اور چہرہ پر ناگواری کے اثرات واضح طور پر نظر آرہے ہوں تو اس حد تک بھی گناہ نہیں بشرطیکہ آدمی اپنی زبان اپنے ہاتھ اور پاؤں کو قابو میں رکھے۔ ہاں اگر زبان، ہاتھ اور پاؤں کو بے قابو کردیا یا ان تین اعضاء کے ذریعہ غصہ نکالنے کے ایسے اقدامات کئے جو شریعت، عقل اور اخلاق کے خلاف تھے تو وہ گناہگار ہوگا اور بعد میں دنیا وآخرت میں اسے شرمندگی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی غلط بات کی جاتی تھی یا کسی کی بدتمیزی کی کوئی بات آپ کو پہنچائی جاتی تھی تو بعض اوقات آپ کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوجاتا تھا، لیکن کبھی اس موقع پر زبان مبارک سے نہ سخت جملہ نکلتا نہ اپنے دست مبارک سے اس کا کوئی ردعمل ظاہر کرتے، بلکہ غصہ کو پی کر حقیقت ارشاد فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی بہت نامناسب بات آپ کے سامنے نقل کی تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا مگر آپ نے صرف یہ جملہ ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، انہیں اس سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے صبر کیا۔" (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لقطہ" گری پڑی چیز کے بارے میں مسئلہ ارشاد فرمارہے تھے کہ گری پڑی چیز اگر ملے تو اس کے مالک کو تلاش کیا جائے اور مالک تک پہنچانے کی کوشش کی جائے، اس پر ایک صاحب نے "بکری" سے متعلق سوال کیا کہ اگر وہ ملے تو کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی جواب دے دیا، اس پر ایک صاحب نے اونٹ کے بارے میں سوال کردیا تو آپ کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا (کیونکہ اونٹ ایسی گری پڑی چیز نہیں ہوتا کہ اسے اٹھا کر محفوظ کرنے کی فوری ضرورت پیش آئے) غصہ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا:

"تمہارا اس سے کیا تعلق؟ اونٹ کے پاس تو اس کے اپنے جوتے ہیں اپنا مشکیزہ ہے وہ خود پانی پی لے گا، درختوں کے پتے کھالے گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اس تک پہنچ جائے گا۔"

(صحیح بخاری، کتاب اللقطہ: ۲۴۲۷ و کتاب الادب ۶۱۱۲)

اسی لئے قرآن کریم میں جہاں جنتیوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں، وہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ انہیں غصہ نہیں آتا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ غصہ پیتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (آل عمران: ۱۳۳،۱۳۴)

ترجمہ: "اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں والی ہے، یہ جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور غصہ کو پینے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا تھا کہ بعض لوگوں کو غصہ بہت جلدی سے آتا ہے بعض کو دیر سے، اسی طرح بعض لوگوں کا غصہ دیر تک رہتا ہے اور بعض کا جلدی ختم ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ کے اعتبار سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جسے غصہ دیر سے آتا ہو اور جلدی ختم ہوجاتا ہو، اور سب سے بُرا آدمی وہ ہے جسے غصہ جلدی آتا ہو اور دیر تک رہتا ہو۔ (مسند بزار، مجمع الزوائد)

مسند بزار کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو ایک بھاری پتھر اٹھانے کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اس سے زیادہ طاقتور شخص نہ بتادوں، یہ وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔''

(مجمع الزوائد، ص:۱۳۲، ج:۸)

اور صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک کی یہ حدیث تو مشہور ہی ہے:

''طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے، طاقتور تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔'' (بخاری ومسلم)

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر کوئی بچہ یا کمزور شخص کسی طاقتور پہلوان کو غصہ دلا دے، بچہ آگے آگے ہو اور پہلوان اسے مارنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہو تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایک بچہ نے پہلوان کو نچا کے رکھ دیا، اگر یہ پہلوان حقیقت میں طاقتور ہوتو ایک بچہ کی بات پر اچھلنے اور آپے سے باہر ہونے کے بجائے وہ اپنے آپ کو پُرسکون رکھتا تو اس کے لئے یہ طریقہ زیادہ مفید اور راحت کا ذریعہ ہوتا۔

غصہ کا علاج:

یہ بات پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ اگر کوئی شخص غصہ کے وقت اپنی زبان، اپنے ہاتھ پاؤں کو قابو میں رکھے اور غصہ میں کوئی قدم نہ اٹھائے (بلکہ جب غصہ بالکل ٹھنڈا ہوجائے اور کچھ وقت سکون کا گزر جائے اس وقت استخارہ، دعا اور مشورہ کے بعد قدم اٹھائے) تو اس کا طبعی غصہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا، لیکن عام طور سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ جسے غصہ آرہا ہوتا ہے وہ غصہ کی حالت میں ایسے اقدامات کر بیٹھتا ہے جن سے بعد میں اسے دنیا وآخرت کی سخت رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ عین غصہ کے وقت اپنی زبان اور اپنے ہاتھ پاؤں کو مکمل طور پر خاموش اور پُرسکون رکھے اس کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی تدابیر خود بھی ارشاد فرمائی ہیں۔

۱:... صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو جھگڑتے دیکھا ان میں سے ایک غصہ میں آپے سے باہر ہورہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ شخص وہ پڑھ لے تو اس کا غصہ چلا جائے، وہ یہ کہ یہ شخص: ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم'' کہے۔ (صحیح بخاری، فتح الباری کتاب الادب، ص:۵۲۰، ج:۱۰)

لہٰذا غصہ کے وقت یہ کلمہ ''اعوذ باللہ'' کا ترجمہ خیال رکھ کر بار بار کہنا چاہئے۔

۲:... سنن ابی داؤد اور مسند احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اس لئے جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کرلینا چاہئے۔''

(جامع الاصول، ص:۴۳۹، ج:۸)

اس لئے غصہ کے وقت فوراً وضو کرنا چاہئے اور اگر ہوسکے تو وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرلے اور نماز کے بعد اپنے پروردگار سے جو شکایت کرنی ہو وہ کرسکتا ہے۔

وضو کے علاوہ ٹھنڈا پانی پینا بھی اس علاج کا ایک حصہ ہے۔ احقر کے شیخ حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی قدس سرہ نے ایک خاتون کو تحریر کیا کہ جب غصہ آئے تو ٹھنڈی الماری (ریفریجریٹر) سے ٹھنڈا پانی پی لیا کرو۔

۳:... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آرہا ہو اور وہ کھڑا ہوا ہو تو اسے بیٹھ جانا چاہئے، اگر غصہ ختم ہوجائے تو بہتر ورنہ اسے لیٹ جانا چاہئے۔''

(ابوداؤد، مسند احمد، جامع الاصول، ص:۴۴۰، ج:۸)

لہٰذا غصہ کے وقت ہر وہ صورت اختیار کرنی لازم ہے جس سے جسم، دماغ اور دل پُرسکون ہوجائے تاکہ غصہ کا خود اسے کوئی نقصان نہ ہو۔

۴:... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''جب غصہ آئے تو خاموش ہوجایا کرو، جب غصہ آئے تو خاموش ہوجایا کرو، جب غصہ آئے تو خاموش ہوجایا کرو۔''

(مسند احمد، طبرانی، مجمع الزوائد، ص:۱۳۵، ج:۸)

معلوم ہوا کہ بولنے سے غصہ بڑھتا ہے، آدمی بے قابو ہوجاتا ہے، لہٰذا غصہ کے وقت خاموش ہوجانا بہت ضروری ہے، اسی لئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ جب کسی پر غصہ آرہا ہو تو اسے کہہ دے کہ آپ یہاں سے چلے جاؤ اور اگر وہ نہ جاسکے تو خود وہاں سے اٹھ کر آجائے تاکہ غصہ قابو میں رہے اور غصہ خود اسے نقصان نہ پہنچائے۔

اور بعض علماء نے کہا کہ عین غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا استحضار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا احساس اس کے غصہ کو دبادے اور یہ بھی سوچے کہ اگر اس شخص سے غلطی ہوئی اور مجھے غصہ آرہا ہے تو میں بھی ایک گناہگار بندہ ہوں، مجھ سے بھی تو غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر غصہ فرمائیں تو میرا کیا ٹھکانہ ہوگا؟

ان تدابیر اختیار کرنے کا فائدہ:

غصہ کو پینے کی جتنی تدابیر اختیار کی جائیں گی،

وہ عبادت میں داخل ہوں گی اور جب آدمی یہ تدابیر اختیار کر کے غصہ پی جائے گا تو جنت اس کے لئے آسان ہوجائے گی، کیونکہ جنت انہی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ (آل عمران:۱۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے: ”اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل گھونٹ وہ غصہ کا گھونٹ ہے جسے آدمی محض اللہ عزوجل کی رضا کے لئے پیتا ہے۔“

(مسند احمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص:۴۳۴، عربی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کا گھونٹ پینا مقدس پانی پینے سے بھی افضل ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: ”جو شخص غصہ کے وقت اپنے آپ کو روکے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے عذاب کو روک دے گا۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ، ص:۴۳۴)

اللہ جل شانہ ہمیں اپنے نفس اور اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، کیونکہ انسان صحیح معنی میں وہی انسان ہے جو غصہ، شہوت اور دوسرے جذبات کے موقع پر اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہو۔

☆☆............☆☆

مولانا غلام مصطفیٰ مدظلہ کی تبلیغی مصروفیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کے مبلغ مولانا غلام مصطفیٰ نے چناب نگر کے مضافات میں اس سال ہونے والے درج ذیل پروگراموں میں شرکت کی:

جامع مسجد بلال احمد نگر:

۵/مارچ بروز سوموار بعد نماز عشاء جامع مسجد بلال احمد نگر میں ”سالانہ محفل نعت وجلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا غلام مصطفیٰ نے کی اور اختتامی دعائیہ کلمات اور ختم نبوت کے حوالے سے مختصر تقریر بھی کی۔

مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت اڈا اچھروال:

۱۱/مارچ بروز اتوار صبح دس بجے تا عصر ”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت“ کے ادارہ مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ختم نبوت اڈا اچھروال میں سالانہ عظیم الشان ”ختم نبوت کانفرنس“ منعقد ہوئی، جس کی صدارت اور نگرانی مولانا غلام مصطفیٰ نے کی اور مولانا غلام رسول دین پوری ودیگر علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ دعائیہ کلمات بھی مولانا غلام مصطفیٰ نے ادا کئے۔ الحمدللہ! گزشتہ سال کی نسبت اس سال مجمع بہت زیادہ تھا۔

چک جودھ:

۲۰/مارچ بروز منگل صبح دس بجے تا عصر چک جودھ میں ایک عظیم الشان سالانہ جلسہ ”سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے عنوان سے منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا مدظلہ نے کی اور ختم نبوت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے قادیانیت کا ناپاک چہرہ بھی واضح کیا اور اختتامی دعا بھی کی۔

جامعہ طیبہ ملیہ چنیوٹ:

۲۳/مارچ بروز جمعۃ المبارک سالانہ عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا موصوف نے کی اور قادیانیت کی بڑھتی ہوئی ناپاک سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے اہالیان چنیوٹ سے کہا کہ مرزائیوں سے کسی قسم کا معاملہ اور ان سے علاج معالجہ نہ کرایا کرو، یہ ہماری دینی غیرت وحمیت کے خلاف ہے۔

موضع ہست کھیوہ، حویلی سنگرا:

یکم اپریل بروز اتوار بوقت صبح دس بجے تا عصر ایک عظیم الشان کانفرنس ”شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واہلبیت“ کے عنوان سے منعقد ہوئی، جس کی صدارت ونگرانی مولانا موصوف نے کی۔

ملک کو سیکولر بنانے کی سازشوں کا مقابلہ کیا جائے گا: ختم نبوت کانفرنس

کراچی، کوئٹہ، گلگت میں بدامنی میں امریکا، بھارت، اسرائیل اور قادیانی ملوث ہیں

حکومت نیٹو سپلائی کے معاملے میں دوٹوک موقف اختیار کرے: مولانا امجد ودیگر

لاہور (نمائندہ خصوصی) کراچی، کوئٹہ اور گلگت میں بدامنی پاکستان کے خلاف سازش ہے، جس میں بھارت، امریکا، اسرائیل اور قادیانی ملوث ہیں، نیٹو سپلائی کے معاملے میں حکومت دوٹوک موقف اختیار کرے اور دباؤ کے سامنے ڈٹ جائے، ملک میں اسلامائزیشن اور ایٹمی پروگرام کے خلاف عالمی سازشیں عروج پر ہیں، لیکن ایسی تمام سازشوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار جے یو آئی کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات مولانا محمد امجد خان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا اللہ وسایا، شریعت کونسل کے رہنما مولانا جمیل الرحمن اختر، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا حافظ قاسم گجر، محمد رضوان نفیس، قاری صدیق توحیدی اور دیگر نے جامع مسجد رحمت للعالمین باغبان پورہ میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ وطن عزیز کو سیکولر بنانے کی ہر سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ملک توڑنے کے لئے ملک دشمن قوتیں سرگرم ہیں بلوچستان کو ٹارگٹ بنایا گیا ہے، لیکن علماء اسلام اور وطن عزیز کے خلاف ہر سازش کا جرأت ایمانی سے مقابلہ کریں گے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۷/اپریل ۲۰۱۲ء)

جرمن عدالت نے اسلامی قانون کے مطابق پہلا فیصلہ سنادیا

مہر میں دیئے گئے زیورات بیوی کو رکھنے کا حق ہے، طلاق کے بعد شوہر واپس نہیں لے سکتا: لبرگ عدالت کی حیرت انگیز رولنگ، جرمن عدالتوں میں اسلامی شرعی قوانین کا نفاذ ممکن بنایا جائے: جج کا مطالبہ

رپورٹ: علی ہلال

جرمنی کی عدالت میں مسلمانوں کی جانب سے دائر کئے جانے والے مقدمے کا فیصلہ جرمن جج نے اسلامی شریعت کے مطابق حل کر دیا۔ جج نے فیصلہ سنانے کے بعد واضح کر دیا ہے کہ انہوں نے فیصلہ حل کرنے میں اسلامی شریعت کے دستور کا سہارا لیا ہے۔ وہ عرصے سے ترکی کے عدالتی نظام میں موجود قوانین کا مطالعہ کرتے تھے اور بڑی گہرائی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد ان قوانین کے مطابق عدالتی فیصلہ حل کرنا اس کی خواہش بن چکی تھی جو بالآخر پوری ہوگئی۔

عرب اخبار سبق الیکٹرونیہ کی رپورٹ کے مطابق جرمنی کے شہر لبرگ آن ڈیر لان "Limburg an der lanhn" کی عدالت میں ترکی سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان جوڑے میں طلاق کے بعد شوہر کی جانب سے بیوی کو دیئے جانے والے زیورات واپس لینے کے لئے شوہر نے عدالت میں درخواست دی تھی، جس میں اس نے سابقہ بیوی سے زیورات واپس کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ جج نے گزشتہ پیر کے روز فیصلہ بیوی کے حق میں سنا دیا اور زیورات کو مرد کے حوالے کرنے سے منع کر دیا۔ عدالت کا اپنے فیصلے میں کہنا تھا کہ زیورات بیوی کو مہر دیئے گئے تھے اور یہ بیوی کا حق ہے، جو شوہر کو واپس نہیں لوٹائے جاسکتے۔

عرب اخبار کے مطابق دونوں میاں بیوی کا تعلق ترکی سے تھا اور ان کی دو ماہ قبل شادی ہوئی تھی۔ گھریلو جھگڑے کے نتیجے میں شوہر نے بیوی کو طلاق دی تھی۔ بیوی کو مہر میں دیئے جانے والے زیورات کی قیمت بارہ ہزار یورو تھی۔ عدالت میں فیصلہ زیر غور رہنے کے بعد لبرگ کی عدالت نے فیصلہ سنا کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

جرمن ذرائع ابلاغ نے اس فیصلے کو ملکی تاریخ میں اسلامی شریعت کے مطابق ہونے والا پہلا فیصلہ قرار دیا ہے۔ جرمن ذرائع ابلاغ کے مطابق یہ جرمنی کی عدالتی تاریخ کا پہلا فیصلہ ہے جو ملک میں رائج قانون کے علاوہ کسی دوسرے ملک کے قانون کی روشنی میں سنایا گیا ہے۔ فیصلہ صادر ہونے کے بعد عوام کی توجہ اس کی جانب مبذول ہوگئی ہے۔ مذکورہ قاضی نے وضاحت کی ہے کہ مذکورہ فیصلہ اس نے اسلامی شریعت کے قانون کے مطابق سنایا ہے۔ یہ دفعہ ترکی کی عدالتوں میں رائج ہے، جس کی رو سے شوہر بیوی کے ساتھ رہنے کے بعد بطور مہر دیئے جانے والے زیورات اس سے واپس لینے کا استحقاق نہیں رکھتا بلکہ وہ بیوی کا حق ہوتا ہے، قطع نظر اس سے کہ رہنے کی مدت لمبی ہو یا مختصر، اس فیصلے سے جرمن ذرائع ابلاغ میں کافی شور اٹھا ہے اور میڈیا اس جانب متوجہ ہوگیا ہے اور عدالت کے اس فیصلے اور جج کے فیصلے کی وجوہات جاننے کے لئے جج سے طرح طرح کے سوالات کرنا شروع کیے ہیں۔

عرب میڈیا کے مطابق جج نے جرمن حکومت اور وزارت قانون سے مطالبہ کیا ہے کہ جرمنی کی عدالتوں میں مسلمانوں کے عائلی مسائل کے حل کے لئے اسلامی شریعت کے قوانین کا نفاذ ممکن بنایا جائے تاکہ جرمنی میں مقیم مسلمان خاندان اپنے عائلی مسائل کے حل کے لئے عدالت سے رجوع کرکے اپنے مسائل حل کرواسکیں۔ رپورٹ کے مطابق جج کے اس مطالبے کے بعد جرمنی کے شہر لبرگ کے کورٹ بار کے صدر نے اس فیصلے کی تائید کی ہے اور جج کے مطالبے کو بھی خوش آئند قرار دیا ہے۔ بار کے صدر نے باقاعدہ اس حوالے سے قانونی طور پر ماہرین کا پینل بٹھانے کا عندیہ دیا ہے اور اس سلسلے میں ان سے رجوع کرنے اور اسلامی قانون میں مہارت رکھنے والے افراد کی مدد لینے کا اعلان بھی کیا ہے۔ بار کے صدر کا کہنا تھا کہ حیران کن بات یہ ہے کہ ملک کی تاریخ میں ہونے والا پہلا اسلامی فیصلہ ترکی کی سر[illegible] کا [illegible] ہے۔ ترکی کے ساتھ اسلام کے تعلق کی جڑیں بہت گہری ہیں اور سلطنت عثمانیہ کے دور میں کئی برس تک عدالتوں میں یہی قوانین نافذ رہے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق جرمنی میں مقیم مسلمانوں نے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور

ملک میں مقیم تمام مسلمانوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی ہے۔ عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق جرمنی کی کل آبادی کیا اسی ملین ہے جس میں چار ملین مسلمان آباد ہیں۔ ان میں تمام عرب و اسلامی ممالک کے شہری موجود ہیں، سب سے زیادہ مسلمانوں کا تعلق ترکی سے ہے جن کی تعداد مقامی ذرائع ابلاغ اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ڈھائی ملین بتائی جاتی ہے۔ ڈیڑھ لاکھ افراد کا تعلق بوسنیا، ساٹھ ہزار ایران، پچپن ہزار افغانستان اور باقی دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ جرمنی میں اسلام عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا اقلیتی مذہب ہے، مسلمان زیادہ تر جرمنی کے مغربی علاقوں اور برلن شہر میں مقیم ہیں، جب کہ ملک کے مشرقی علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ برلن شہر میں ڈھائی لاکھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ جرمنی کے مختلف علاقوں میں نماز پڑھنے کے لئے پچیس سو مصلے قائم ہیں جو ایک کمرے پر مشتمل ہیں۔ ان میں لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں، جب کہ باقاعدہ مساجد کی تعداد ۱۴۷ ہے، جن میں فرض نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی ادائیگی کا بھی اہتمام موجود ہے۔

عرب ذرائع ابلاغ کے مطابق جرمنی کے باشندوں میں اسلام بہت تیزی سے مقبول ہونے والا مذہب بن چکا ہے، گزشتہ سال چار ہزار جرمن باشندے اسلام قبول کر چکے ہیں، ملک بھر میں اسلامی مراکز قائم ہیں اور مسلمانوں نے اصلاح کی غرض سے اسلامی جرائد کا اجرا بھی کیا ہے۔ مسلمانوں نے نکاح کے لئے تعارفی سینٹرز کھول رکھے ہیں اور تمام مسلمان اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ شادی کرتے ہیں، تاہم قانونی مسائل میں انہیں جرمنی کی عدالتوں میں رائج قوانین کے مطابق معاملہ حل کروانا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فیصلوں میں کسی مذہبی عالم یا قاضی کی خدمات لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اتنی بڑی تعداد کے بعد مسلمان کمیونٹی کی خواہش تھی کہ ان کے اسلام کے مطابق عائلی مسائل کے حل کے لئے قانون سازی کی جائے، تاہم ملک میں موجود کلیسا کی متوقع مخالفت کے سبب اب تک مسلمان یہ مطالبہ نہ کر سکے۔ مذکورہ مسئلے کے بعد جرمنی کے مسلمانوں کی امید بر آئی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ شاید جرمنی کی عدالتوں میں اسلامی دفعات پر مبنی قانون سازی کی جائے۔

رپورٹ کے مطابق عدلیہ کے حلقوں میں اس فیصلے پر ابھی تک کوئی تنقید سامنے نہیں آئی ہے، تاہم جرمن کلیسا نے اس شدید غم و غصے کا اظہار کیا ہے۔ کلیسا نے ہونے والے فیصلے کی شدید مذمت کی ہے اور مذکورہ جج کے اسلامی شریعت کے مطابق قانون سازی کے مطالبے پر احتجاج کیا ہے۔

عرب اخبار الفجر کے مطابق کیتھولک چرچ نے جج کے مطالبے کو ملکی قانون کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ کلیسا کا کہنا تھا کہ جرمنی ایک کرسچن ملک ہے اور اس کے اندر قانون سازی صرف عیسائی مذہب کے مطابق ہونی چاہئے، تاہم لمبرگ شہر کے قانون ماہرین اور کورٹ کے صدر نے ان کے احتجاج کو نظر انداز کر دیا ہے۔

ذرائع کے مطابق بار کے عہدیداروں نے اس فیصلے کی تائید کے ساتھ ساتھ کہا ہے کہ جرمنی ایک جمہوری ملک ہے اور اس کے قانون میں تمام مذاہب کی ترجمانی لازمی امر ہے۔ اسلامی یا کسی بھی آسمانی مذہب کا ایسا قانون جس میں انسان دوستی پائی جاتی ہو، اس کا عدالتی دفعات کا جزو بنانا قطعاً ملک کی سلامتی کے لئے مضر یا نقصان دہ نہیں ہے بلکہ اس قانون سازی سے مسلمانوں کے دلوں میں جرمنی کے ساتھ تعلق میں پختگی اور مضبوطی آئے گی۔ واضح رہے کہ جرمنی میں مسلمانوں کی زیادہ آمد ساٹھ کی دہائی میں ہوئی ہے۔ جرمن حکومت نے دوسری عالمی جنگ کے بعد ترکی کے ہزاروں انجینئروں اور مزدوروں کو جرمنی کی نئی تعمیر کی خاطر بلایا تھا، جس کے سبب ترک مسلمانوں کی تعداد جرمنی میں بڑھ گئی۔

رپورٹ کے مطابق عیسائیت کے دونوں فرقے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے احتجاج کے بعد جرمنی کے غیر مسلموں خصوصاً خواتین حلقوں میں فیصلے سے آگاہی کے بعد اسے پذیرائی ملی ہے، خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں اور ایسوسی ایشنز نے اس قانون اور مذکورہ فیصلے کو عورتوں کی فلاح و فائدے کے لئے مفید قرار دیا ہے اور اس کے لاگو کرنے کے حق میں رائے دینا شروع کی ہے۔ واضح رہے کہ جرمنی کے تعلیمی اداروں میں اسلامی نصاب پر مشتمل زیر تعلیم ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے، جس میں شان باری تعالیٰ کی صفات پیغمبر اسلام کا تعارف اور قرآن کریم کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

جرمنی کے تعلیمی اداروں نے کچھ عرصہ قبل تعلیمی اداروں میں مسلم ٹیچرز کی تعیناتی کا مطالبہ کیا تھا۔ ان اداروں میں Eriangen, Munster اور Osnabruck کی یونیورسٹیاں شامل تھیں۔ اس وقت بھی کلیسا نے شور مچایا تھا اور اب عدالتی فیصلے کے بعد اور اس حالیہ مطالبے سے کلیسا کی فضاؤں میں کھلبلی اور ہلچل مچی ہوئی ہے۔

(روزنامہ امت کراچی، ۱۵ اپریل ۲۰۱۲ء)

سفر حرمین شریفین اور عمرہ کی ادائیگی

محمد وسیم غزالی

قسط:۲

صفا و مروہ:

صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ سیدہ ہاجرہؓ نے ننھے اسماعیلؑ کے لیے پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ تک دوڑ لگائی تھی، وہ سات مرتبہ دوڑیں، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ صفا و مروہ کی دوڑ اور سعی کو حج اور عمرہ کا حصہ بنا دیا گیا۔ مروہ پہاڑی کعبہ مشرفہ سے تقریباً تین سو میٹر کے فاصلے پر اور صفا پہاڑی کعبۃ اللہ سے ۱۳۰ میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ شاہ فہد اور شاہ عبداللہ کے دور میں صفا و مروہ میں بھی بہت توسیع کر دی گئی ہے جس سے زائرین کو بہت آرام و سہولت ہوگئی ہے۔

بیئر زم زم:

حضرت اسماعیلؑ کے لئے پانی کا یہ چشمہ ابل پڑا تھا، چشمے کے پانی کو ادھر ادھر پھیلتا دیکھ کر سیدہ ہاجرہؓ کہنے لگیں "زم زم" رک جا! پانی رک گیا، یوں اس چشمے کا نام زم زم پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "روئے زمین پر بہترین پانی زم زم ہے یہ بھوک مٹاتا اور بیماری کا علاج ہے۔ زم زم کی برکت اور تقدیس پر اس سے زیادہ اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا واقعہ جتنی مرتبہ بھی واقع ہوا، تو سب سے پہلے قلب مبارک کو زم زم سے دھویا گیا۔ یہ مبارک کنواں کعبہ شریف سے ۲۱ میٹر کے فاصلے پر ہے، اردگرد سے کئی چشموں کا پانی اس کنویں میں آ گرتا ہے۔ پہلے کنویں سے ڈول نکال کر پانی پلایا جاتا تھا، مگر طواف کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے اب وہ راستہ بند کر دیا گیا ہے، بلکہ اب کنویں تک پہنچنا عام لوگوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، البتہ مسجد الحرام میں جگہ جگہ نل لگا کر اور کولر رکھ کر زم زم کے پانی کا انتظام کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ زائرین مقامات مقدسہ سے آگاہ ہوگئے ہوں گے۔ اب آپ نے عمرہ کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، آپ حرم کے لئے روانہ ہونے سے پہلے کچھ ضروری باتیں نوٹ کرلیں، پہلا کام تو یہ کریں، آپ جس ہوٹل یا بلڈنگ میں قیام پذیر ہیں اس کے ایڈریس کا کارڈ اپنے پاس رکھیں، اگر آپ کے ساتھ کوئی ساتھی ہیں تو ان کو بھی بلڈنگ کا کارڈ دیں، اور خود راستے کو اچھی طرح یاد رکھیں کہ آپ کس راستے سے حرم جا رہے ہیں، آپ نے یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ آپ حرم کے کس نمبر کے دروازے سے داخل ہوئے ہیں، حرم کے دروازوں کے نام اور نمبر ضرور یاد رکھیں، ورنہ لوگ دروازے کا نام بھول جاتے ہیں اور غلط دروازے سے باہر آتے ہیں تو اپنے ہوٹل کا راستہ ہی بھول جاتے ہیں، جس سے نئے زائرین کو بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے، دوسری بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ حرم بیت اللہ میں زائرین بچھڑ جاتے ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کی تلاش میں تھکن، ذہنی پریشانی، غصہ کا شکار ہوتے ہیں، اس لئے آپ حرم میں داخل ہونے کے بعد ایک جگہ متعین کرلیں کہ اگر آپ لوگ بچھڑ جائیں تو اپنا طواف یا سعی مکمل کرکے اس جگہ آ کر بیٹھ جائیں، تاکہ ڈھونڈنے میں پریشانی نہ ہو۔

اب آپ نے مسجد حرم میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے داخل ہونا ہے، ویسے تو مسجد حرم میں باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دربار الٰہی کی عظمت وجلال کا لحاظ کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوں اور پہلے داہنا (سیدھا) پاؤں رکھیں، اور یہ دعا پڑھے:

"بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک."

مسجد میں داخل ہونے کے بعد جب بیت اللہ نظر پڑے تو تین مرتبہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہے اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

"اللھم زد ھذا البیت تشریفاً وتعظیماً وتکریماً ومھابة وزد من شرفه وکرمه ممن حجه واعتمره تشریفاً وتکریماً وتعظیماً وبراً اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام"

ترجمہ: اے اللہ! اس گھر کی عظمت وبزرگی اور ہیبت بڑھا نیز جو اس کی زیارت کرنے والا ہو، اس کی عزت واحترام کرنے والا ہو اس کی بھی شرافت بزرگی اور بھلائی زیادہ کر، اے اللہ! آپ کا نام سلام ہے اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے پس ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

اس کے بعد درود شریف پڑھے اور جو چاہے مانگے اس وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سب سے

زیادہ اہم دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا حساب کے جنت مانگے اور اس وقت یہ دعا بھی مستحب ہے:

"اعوذ برب البیت من الدین والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر"

ترجمہ: "اے اللہ پناہ مانگتا ہوں اس گھر کے رب کی قرض، محتاجی اور تنگدلی اور عذاب قبر سے۔"

جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اگر وہ یاد ہوں تو ان کا پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر وہ یاد نہ ہوں تو جو چاہے دعا مانگے۔ اس جگہ کوئی خاص دعا معین نہیں کہ اس کا پڑھنا ضروری ہو، جس دعا میں خشوع حاصل ہو وہ پڑھے۔

اب آپ عمرے کے لئے مطاف میں اتریں، اس سے پہلے مرد حضرات نے "اضطباع" کرنا ہے (یعنی احرام کی چادر اس طرح لینا ہے کہ آپ کا سیدھا کندھا اور ہاتھ کھلے رہیں)

طواف کے لئے آپ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر طواف کے سات چکروں کی نیت کریں اور زبان سے یہ پڑھیں:

"اللّٰھم انی ارید طواف البیت الحرام فیسرہ لی وتقبلہ منی۔"

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ کے گھر کے طواف کی نیت کرتا ہوں، اس کو آسان فرما اور قبول فرما۔"

لازم نہیں کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف شروع کریں، کیونکہ آج کل تو یہ ناممکن سا ہو گیا ہے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حجر اسود کو ہاتھ لگانا اور چومنا اس وقت مسنون ہے جب کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے اس لئے دھکے دے کر استلام نہ کریں، آپ دور سے اشارے سے استلام اس طرح کریں کہ دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف اس طرح کریں کہ پشت ہتھیلیوں کی اپنے چہرے کی طرف رہے اور یہ تصور کرے کہ میرے ہاتھ حجر اسود پر رکھے ہیں اور تکبیر و تہلیل کہے اور ہتھیلیوں کا بوسہ لے کر طواف شروع کر دیں۔ کچھ سال پہلے تک مطاف میں حجر اسود کی سیدھ کے لئے ایک براؤن ماربل کی لائن فرش پر لگی ہوئی تھی، جس کو دیکھ کر زائرین طواف شروع کرتے تھے۔ آج کل سعودی حکومت نے رش کی وجہ سے اس نشانی کو ختم کر دیا ہے اس لئے، آپ سیدھے ہاتھ پر دیکھیں تو ایک گرین لائٹ جلتی ہوئی نظر آئے گی، یہ طواف شروع کرنے کی نشانی ہے۔ طواف کے دوران بیت اللہ کی طرف منہ اور سینہ کرنا منع ہے، استلام کے وقت بھی دونوں پاؤں اپنی جگہ رہنے چاہئیں اور استلام کر کے پھر سیدھا کھڑا ہو کر طواف شروع کرنا چاہئے۔ کوشش یہ کریں کہ آپ کا بایاں کندھا بیت اللہ کی طرف رہے۔ عموماً لوگ طواف کے دوران بہت بے احتیاطی کرتے ہیں، دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ بیت اللہ کے ساتھ ساتھ اپنی مستورات کے گرد گھومتے رہتے ہیں، (یعنی کبھی آگے پیچھے کبھی دائیں و بائیں بھی دونوں ہاتھوں سے اُن کو لوگوں سے ٹکرانے سے بچاتے ہوئے نظر آتے ہیں)۔

طواف کے شروع کے تین چکروں میں آپ نے رمل کرنا ہے (یعنی کہ جھپٹ کر تیزی سے چلے اور زور سے قدم اٹھائے اور قدم نزدیک رکھے اور مونڈھوں کو خوب پہلوانوں کی طرح ہلاتا ہوا چلے) اگر آپ رمل کرنا بھول گئے اور ایک چکر کے بعد یاد آیا تو طواف کے دو چکروں میں رمل کر لے، اور اگر تین چکروں کے بعد یاد آئے تو اب رمل نہ کرے، کیونکہ جس طرح اول کے تین چکروں میں رمل کرنا سنت ہے اسی طرح اخیر کے چار چکروں میں رمل نہ کرنا بھی سنت ہے اور یاد رکھیں کہ تمام طواف میں رمل کرنا مکروہ ہے۔ دوران طواف آپ تلبیہ نہ پڑھیں، جو دعائیں یاد ہوں وہ پڑھیں، لازم نہیں کہ آپ عربی زبان میں ہی دعائیں کریں، آپ سہولت سے جو دعا کر سکتے ہیں وہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کا حال جاننے اور ہماری دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

آپ جب رکن یمانی پر پہنچیں تو یہاں سے یہ دعا پڑھیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ. رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ."

حجر اسود پر آ کر آپ کا ایک چکر مکمل ہوا، اسی طرح آپ رمل کرتے ہو باقی دو چکر مکمل کریں، باقی کے چار چکر آرام سے مکمل کرنے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ دوران طواف میں دعا پڑھنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے، طواف میں بالکل خاموش رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ آپ طواف میں فضول باتیں کرتے رہیں، طواف میں خواتین و حضرات ایک ساتھ عبادت کرتے ہیں، اس لئے طواف میں عورتوں سے جہاں تک ہو سکے بچنا چاہئے۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ دھکم دھکا کرنا حرام ہے۔

محترم زائرین! آپ نے دوران طواف اپنے سات چکروں کی ترتیب کو یاد رکھنا ہے، اس کے لئے سات دانوں کی ایک لڑی (تسبیح) ملتی ہے وہ ساتھ رکھیں، ہر چکر پر ایک دانہ کم کرتے رہیں۔

طواف کی تکمیل کے بعد اگر ممنوع وقت نہ ہو تو آپ مقام ابراہیم کے پیچھے جا کر دو رکعت طواف واجب ادا کریں اور خوب دعائیں کریں علمائے کرام سے منقول ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔ مقام ابراہیم کے پیچھے سے مراد یہ نہیں ہے

کہ آپ بالکل اسی مخصوص مقام ابراہیم کے سامنے نیت کرکے کھڑے ہو جائیں اور جو لوگ طواف کر رہے ہیں ان کو پریشان کریں، بلکہ آپ ایسی جگہ کھڑے ہوں جہاں رش کم ہوتا کہ آپ بھی سکون سے عبادت کر سکیں اور آپ کی ذات سے دوسرے بھی بے سکون نہ ہوں۔

ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ واجب طواف مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا مستحب اور افضل ہے۔ اگر یہاں نہ ادا کر سکے تو مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھ لیں۔ یہ نماز مکروہ اوقات میں نہ پڑھے مثلاً اگر عصر کے بعد طواف کیا ہے تو مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھے۔ اگر وقت میں گنجائش ہو تو مغرب کی سنتوں سے پہلے طواف کی نماز پڑھے، ورنہ پہلے مغرب کی سنتیں ادا کرے پھر طواف واجب ادا کرے اور عین طلوع آفتاب یا زوال یا غروب کے وقت اگر طواف کی نماز کسی نے شروع کی تو اس کا اعتبار نہیں پھر پڑھنا واجب ہے۔ دوگانہ طواف مکروہ وقت میں پڑھنا مکروہ ہے اور کسی نے پڑھ لی تو اس کا اعادہ کرنا بہتر ہے۔

واجب طواف پڑھ کر کے آپ آب زمزم پینے کے لئے مطاف میں مقام ابراہیم کے پیچھے دیوار کے ساتھ سبیلیں بنائی ہوئی ہیں وہاں جاکر کھڑے ہوں اور قبلہ رُخ ہو کر یہ دعا پڑھ کر خوب پئیں اور ورد کر پئیں۔ دعا:

"اللّٰھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داء۔"

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ سے علم نافع اور رزق واسع اور شفاء کامل کا طلبگار ہوں۔"

اب تین سانس لے کر پیجئے اور اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا کیجئے۔ یہ مقام بھی قبولیت دعا کا ہے۔

اب آپ سعی کرنے کے لئے صفا ومروہ کی طرف آئیں تو پہلے استلام کریں جیسا کہ آپ نے طواف کے دوران کیا تھا یہ استلام سعی کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔ صفا مروہ حجر اسود کے سامنے جو گرین لائٹ لگی ہے اس کے ساتھ راستہ مطاف سے اوپر کی طرف جا رہا ہے اسی سمت آپ چلیں گے۔ سعی کے لئے آپ ایسی جگہ کھڑے ہوں جہاں سے بیت اللہ نظر آئے، سعی شروع کرنے سے پہلے آپ یہ دعا پڑھیں:

"ابدا بما بدا اللہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔"

ترجمہ: جس سے اللہ نے ابتداء کی میں بھی اسی سے شروع کرتا ہوں۔

اب صفا کی کم از کم ایک تہائی چڑھ جائیں پر چڑھے پھر بیت اللہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوں اور بیت اللہ پر نظر رکھتے ہوئے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھا کر تین مرتبہ خدا کی حمد وثنا کرے اور تکبیر وتہلیل بھی بلند آواز سے تین مرتبہ کہے اور آہستہ سے درود شریف پڑھے پھر خشوع سے اپنے لئے اور دوسروں کیلئے دعائیں مانگے۔ یہ جگہ بھی قبولیت والی ہے۔ صفا سے مروہ کی طرف جاتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

"رب اغفر وارحم انت الا عز الاکرم۔"

ترجمہ: "اے اللہ بخش دے آپ ہی سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے بزرگ ہیں۔"

اور اس کے علاوہ جو چاہے پڑھے یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے اور جب سبز میل (سبز روشنی جو کہ دونوں طرف کی دیواروں میں لگی ہے) چھ ہاتھ کے فاصلے پر رہ جائے تو دوڑ کر چلے، جب دونوں میلوں سے گزر جائے تو پھر اپنی چال سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مروہ پر آ جائے۔ مروہ پر آپ ذرا داہنی (سیدھے) جانب ہو کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور پھر جس طرح صفا پر دعا کی تھی یہاں بھی کرے، یہ جگہ بھی دعاؤں کی قبولیت کی ہے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوگا اور مروہ سے صفا کی جانب چلے اور دونوں میلوں کے درمیان دوڑ کر چلے اور صفا پر چڑھ کر پہلے کی طرح دعا کرے، صفا تک دوسرا چکر شمار ہوگا اس طرح آپ نے یہاں بھی سات چکر لگانے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے چکروں کی گنتی کے لئے سات دانوں والی تسبیح سے کام لینا ہے تاکہ آپ کو کوئی مغالطہ نہ ہو۔ سعی مکمل کرنے کے بعد آپ نے دو رکعت نماز نفل مسجد حرام میں پڑھنے ہیں۔

آپ کے عمرہ کے تین ارکان میں سے دو تو مکمل ہوگئے اب آخری رکن رہ گیا، حلق کے معنی ہیں سر منڈانا اور قصر کے معنی ہیں پورے سر کے بالوں کا کم از کم ایک چوتھائی بال کتروانا۔ سنت تمام سر کے بال منڈانا یا کتانا ہے، صرف چوتھائی سر کے بال کٹانا اگرچہ جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اور عورتوں کو صرف چوتھائی سر کے بال بقدر انگلی کے ایک پور برابر کتروانا کافی ہے۔ لیکن مستورات ایک پورے سے زیادہ لیں تاکہ سب بال آ جائیں، کیونکہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ حجامت کے بعد آپ احرام سے باہر آگئے ہیں اب آپ پر جو چیزیں احرام کی وجہ سے منع تھی، اب وہ سب جائز ہو جاتی ہیں مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننا، خوشبو لگانا وغیرہ۔

زائرین حضرات! ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ آپ نے کسی کی دیکھا دیکھی کوئی ایسا کام نہیں کرنا جس کے بارے میں آپ کو معلوم نہ ہو، یا آپ کے مسلک کے خلاف ہو۔ کیونکہ دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ ایک صاحب نے عمرہ کیا اور سر کے بال نہیں کٹائے، جب اُن سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ میں نے مروہ میں قینچی لے کر کہیں کہیں سے چند بال کاٹ لئے تھے، مروہ میں چند بچے قینچی لے کر پھر رہے ہوتے

ہیں، جس کسی عرب مرد وخواتین کو قصر کرنا ہوتا ہے تو ان بچوں سے قینچی عاریتاً لے کر بال کاٹ لیتے ہیں اور انہیں کچھ ریال دے دیتے ہیں۔ جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ احرام کھولنے کے لئے سر کے بال اُتارنا ضروری ہے اور اس کے تین درجے ہیں پہلا درجہ حلق کرانا ہے، یعنی اُسترے سے سر کے بال صاف کردینا، یہ سب سے افضل ہے، اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار رحمت کی دُعا فرمائی، لوگ دُور دُور سے سفر کرکے حج و عمرہ کے لئے جاتے ہیں، اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بار کی دُعائے رحمت سے محروم رہتے ہیں، دوسرا درجہ یہ ہے کہ پورے سر کے بال مشین یا قینچی سے اُتار لئے جائیں، اس کی فضیلت حلق (سر منڈانے) کے برابر نہیں، تین تین مرتبہ حلق کرانے والوں کے لئے دُعا کرنے کے بعد چوتھی مرتبہ دُعا میں ان لوگوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ کم سے کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے برابر کاٹ دیئے جائیں، جو شخص چوتھائی سر کے بال نہ کٹوائے اس کا احرام ہی نہیں کھلتا اور اس کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا اور بیوی کے پاس جانا (حق زوجیت کے لئے) بدستور حرام رہتا ہے۔ جو لوگ اُوپر اُوپر سے دو چار بال کتا کر کپڑے پہن لیتے ہیں وہ گویا احرام کی حالت میں کپڑے پہنتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ذمہ جنایت کا دم لازم رہتا ہے۔

آپ حلق کے لئے مروہ سے باہر آئیں تو یہاں کئی نائی کی دکانیں ہیں ان سے مرد حلق یا قصر کرسکتے ہیں یہاں کسی بھی نائی کی دکان سے یہ کام کرالیں۔ خواتین اپنی رہائش گاہ پر جا کر یہ کام کریں۔

طواف، سعی اور حلق کرانے کے بعد آپ کا عمرہ مکمل ہوا اور احرام بھی کھل گیا۔ اب آپ آرام کرنے کے بعد چاہیں تو طواف کریں یا دوسرا عمرہ، یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ (جاری ہے)

نومسلموں کو دارالامان بھیجنا ناانصافی قرار: جماعت اسلامی سیمینار

کراچی (اسٹاف رپورٹر) سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی نے کہا ہے کہ بین الاقوامی قانون اور پاکستانی آئین کے مطابق کسی بھی شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے، اسلام کی دعوت سے متاثر ہو کر ایمان لانے والوں کو دارالامان بھیجنا زیادتی اور ناانصافی ہے، حکومت اور عدلیہ نومسلموں کو سماجی اور عدالتی تحفظ فراہم کرے، آئین کے مطابق نومسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جماعت اسلامی اور جمعیت اتحاد العلماء کے تحت "تحفظ حقوق نومسلم" کے زیر عنوان ادارہ نورِ حق میں منعقدہ سیمینار سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا۔ سیمینار سے رکن قومی اسمبلی پیر عبدالخالق عرف میاں مٹھو بھرچونڈی شریف، درگاہ پیر جھنڈا کے پیر قاسم علی شاہ، جماعت اسلامی سندھ کے امیر اسد اللہ بھٹو، کراچی کے امیر محمد حسین محنتی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما قاری شیر افضل، معروف دانشور میر نواز خان مروت، جمعیت علماء اسلام (س) کے رہنما مفتی عثمان یار خان، جمعیت علماء پاکستان کے رہنما قاضی احمد نورانی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما قاری عبدالمنان، جمعیت اتحاد العلماء کراچی کے صدر مولانا محمد ابراہیم حنیف، مولانا عبدالوحید و دیگر نے خطاب کیا۔ اس موقع پر فریال بی بی کے شوہر سید نوید شاہ بھی موجود تھے۔ جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی نے کہا کہ بین الاقوامی قانون اور پاکستان کے آئین کے مطابق مذہب کے حوالے سے آزادی حاصل ہے، آج دو ہندو لڑکیوں کے اسلام قبول کرنے پر واویلا مچایا جارہا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک لحاظ سے پورے ہندوستان نے ہی مذہب تبدیل کیا ہے تو کیا سارے لوگوں کو دارالامان بھیج دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت امریکا کے اندر سب سے بڑی تحریک اسلام قبول کرنے کی تحریک ہے، قبولیت اسلام کی شرح امریکا کے لئے دردِ سر بنی ہوئی ہے، اسلام کی دعوت سے متاثر ہو کر لوگ خود مسلمان ہو رہے ہیں۔ فرانس و یورپ کے دیگر ممالک میں سب سے زیادہ اسلام قبول کیا جارہا ہے۔ پیر عبدالخالق نے کہا کہ ہم ۲۰۰ سال سے کام کررہے ہیں اور یہ کام چلتا رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ فریال بی بی کو میں نے زبردستی مسلمان نہیں بنایا، مجھے اس کی ضرورت نہیں، لوگ اب بھی اسلام قبول کرنے آرہے ہیں، انہوں نے کہا کہ بعض وزراء اور اراکین اسمبلی نے ان سے کہا کہ لڑکی کو واپس کردیں تو میں نے جواب دیا کہ میں لڑکی کو تو واپس کردوں گا، لیکن میں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤں گا اور میں اس عمر میں کہاں جاؤں گا، انہوں نے کہا کہ مرنا سب نے ہے اگر اس میں میری جان بھی چلی جائے تو یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے، مجھے ابدی زندگی مل جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہندو لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں۔۔۔ [illegible] ہیں مگر کچھ لوگ انتہائی غیر اخلاقی سوال کررہے ہیں۔ اسد اللہ بھٹو نے کہا کہ نومسلم خواتین کی حفاظت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، نومسلموں کو دارالامان بھیجنا اسلام دشمنی ہے۔ محمد حسین محنتی نے کہا کہ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنے والوں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ ہندو لڑکیوں کو اغوا کرکے انہیں مسلمان بنایا جارہا ہے، اسلام ایک فطری مذہب ہے، جس کی وجہ سے صرف سندھ ہی نہیں پوری دنیا سے مختلف مذاہب کے لوگ اسلام قبول کررہے ہیں۔ (روزنامہ امت کراچی، ۱۷ اپریل ۲۰۱۲ء)

ماہنامہ عرب سے اقتباس

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقلال!

آٹھویں قسط

مولانا محمد عاشق الٰہیؒ میرٹھی

خداوندی سفیر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنہائی کے عالم میں بھی کہ ان کے معتقدین کی جماعت بغرض حفاظت جان وایمان اِدھر اُدھر چلی گئی تھی، اپنے دعوے اور کام میں کوتاہی نہیں کی اور اسی ہمت کے ساتھ، اسی بلند آواز سے اپنے پاکیزہ کلمات کو یگانہ و بیگانہ، دیسی پردیسی، بڑوں اور چھوٹوں کے کانوں میں ڈالتے رہے۔ دشمن بھی باوجودیکہ وہ آپ کی خوبیاں جن کو ہر نفس انسانی پرکھ سکتا ہے، چھپانے کی کوشش کرتے اور ان کو بُرے عنوان سے بدل کر بدنامی کے ساتھ مشتہر کرنا چاہتے تھے، مگر بجز اس کے کہ آپ پر اپنے بتوں کا دشمن و مخالف اور ان کی عظمت کا منکر بتا کر نئے مذہب کے لانے اور قوم و ملک میں تفریق ڈال دینے کا الزام قائم کرتے تھے اور کوئی بات ایسی نہ لا سکے جس سے مخلوق کو آپ سے نفرت ہو جاتی یا آپ کو آپ کے مقصد میں ناکام رکھنے کا ذریعہ بنتی اور آپ کے استقلال پر تو بڑے اور چھوٹے سب ہی حیران تھے کہ دشمنوں کا تعداد میں بہت زیادہ اور دوستوں کا بہت کم ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں ذرہ برابر اضمحلال نہیں پیدا کرتا اور کسی خطرناک سے خطرناک حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے اور کام سے باز رہنا کیا معنی جھجکتے بھی نہیں۔

آخر بارہ سال اسی حال میں گزرے کہ ادھر سے کوئی دقیقہ ایذا رسانی میں فروگزاشت نہیں ہوا اور ادھر سے کوئی صورت ہمت میں ضعف یا برداشت میں کمی کوتاہی کی ظاہر نہیں ہوئی، تب وہ لوگ زچ ہوئے اور ایک بڑی کمیٹی میں جس کے ممبر تمام قومی سردار تھے اس بات کا قطعی فیصلہ کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اور آپس کے چندہ سے خون بہا ادا کر کے ہمیشہ کے لئے اس جھگڑے سے بے خوف و مطمئن بن جاویں۔ چنانچہ مشورہ میں طے ہوتے ہی اس تجویز کی عملی کارروائی فوراً شروع ہو گئی اور شب کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا کہ جس وقت بے خبر بنے ہوئے آپ باہر نکلیں آپ کو دفعتاً شہید کر دیا جائے۔ اس وقت آپ کے بھیجنے والے خدا نے جس کو آپ کے وجود اور زندگی کے مبارک ایام سے بہت کچھ کام لینا تھا آپ کو اس اہتمام کی اطلاع دی اور حکم فرمایا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ کا راستہ لو اور راتوں رات چل کر ثور پہاڑ کے غار میں جا بیٹھو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیل کی اور اس وطن مالوف کو جس میں ترپن سال رہے بسے تھے یکدم خیرباد کہہ کر ارض یثرب کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ سماں بھی بڑا دردانگیز سماں ہے کہ خداوندی سفیر نے اپنی قوم اور اپنے وطن کی خیرخواہی واصلاح میں تیرہ سال تک کتنی صعوبت اٹھائی، کس قدر استقلال کے ساتھ اس پاک کلمہ طیبہ کی اشاعت فرمائی جس کو بدعقیدہ ملک کے باشندے کسی طرح سن نہیں سکتے تھے، کتنے ضبط کے ساتھ ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا جن کا تحمل ایک ناز پروردہ شریف النسل اور قومی سربرآوردہ نامور شاہزادہ سے بہت دشوار تھا، یہاں تک کہ چلتے پھرتے بازاری عوام الناس اور نو عمر لڑکوں نے مذاق اڑا اڑا کر کنکر اور پتھر برسائے کہ آپ کا پاؤں زخمی ہو گیا، لخنہ سے خون بہنے لگا، مگر آپ کے ارادہ میں کوئی تذبذب نہیں آیا اور نہ آپ نے اس کا جواب غصہ یا سختی کے لفظوں میں دیا، بلکہ دعا فرمائی کہ اے میرے بھیجنے والے خدا ان کو بصارت عطا فرما، ان کی آنکھیں روشن کر اور دلوں کو ہدایت دے کہ سچی بات کے قدر دان بنیں اور تیرے بھیجے ہوئے سفیر کو راست گو سمجھ کر دینی و دنیوی فائدوں سے متمتع ہوں، ایسے عالی ظرف خیرخواہ اور قومی الہامی مصلح کا استقبال قوم نے کس عناد اور دشمنی کے ساتھ کیا کہ مدت مزید گزرنے پر بھی نہ اپنی عداوت سے باز آئے اور نہ ایذا رسانی سے تھکے، جو بھی آپ پر ایمان لایا اس کو جہاں تک بھی قدرت پائی تکلیف پہنچائی۔ آخر اس مصلح نے بھی یہ دیکھ کر کہ میری کامیابی دوسرے ملک اور دوسری قوم میں بھی ان کو ناگوار گزرتی ہے اور اسی لئے خون کے پیاسے بن کر آمادۂ قتل ہو گئے ہیں، اپنا پیارا وطن چھوڑا، مکہ کی سکونت ترک کی اور رات کی اندھیری میں کہ کانوں کان کسی کو جانے کی آہٹ معلوم نہ ہو پیادہ پا شہر سے دور نکل گئے، اللہ اکبر! اس باعظمت سفیر کا تو کیا پوچھنا ان کے غلام اس قابل تھے کہ ان کے پاؤں دھو کر ان کا دھوون پیا اور آنکھوں سے لگایا جاتا، قدم چومے جاتے اور جوتیاں اٹھا کر سر پر رکھی جاتیں، چہ جائیکہ خود سفیر کے ساتھ خاندان و برادری کا یہ برتاؤ ہوا اور سفیر نے اُف نہیں کی باقتضائے حب وطن باہر نکل کر مکہ کی جانب منہ کر کے آپ نے اتنا تو فرمایا کہ: ''اے مکہ واقعی تو دنیا بھر کے شہروں میں مجھ کو محبوب تر ہے اور تیرے باشندے مجھ کو مجبور کر کے نہ نکالتے تو میں تجھ سے باہر کبھی نہ نکلتا۔''

اس کے علاوہ کوئی حسرت یا افسوس نہیں کیا اور تین دن تک غارِ ثور میں مخفی رہ کر مدینہ میں جا پہنچے۔

جس طرح اہل مکہ خداوندی سفیر کے ناقدردان بن کر سختی کے ساتھ برتاؤ کر رہے تھے، اسی طرح اہل مدینہ آپ کے قدردان بن کر بڑے شوق کے ساتھ اپنی آنکھوں کا فرش بنائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کا انتظار کر رہے تھے، چنانچہ اہل مکہ نے جبکہ صبح ہوتے آپ کو نہ پایا تو تعاقب وگرفتاری میں پوری ہمت صرف کی کہ آپ کی تلاش میں ٹڈی دل یا بھڑوں کے چھتے کی طرح اِدھر اُدھر پھیل پڑے اور اہل مدینہ نے جب آمد آمد کا شور سنا تو بچے اور بوڑھے تک شہر سے باہر نکلتے اور مشتاقانہ نگاہوں سے جہاں تک نظر پہنچتی راستہ کو تکا کرتے تھے کہ کب چاند نکلے اور کب خوشی کے نعرے بلند ہوں، آخر ماہ ربیع الاول کی شروع تاریخوں میں ان کی مراد بر آئی اور اب مدینۃ الرسول بجائے مکہ کے خداوندی سفیر کا قیام گاہ بن گیا۔

اہل مکہ کا آپ کے ساتھ برتاؤ دو چار نہیں بلکہ اتنی مدت رہا جس میں بچہ پیدا ہو کر بالغ بن جاتا ہے، اس بات کو مقتضی تھا کہ پھر ان کی طرف رخ نہ کیا جاتا اور ان کی بہبودی سے آنکھیں بند کر لی جاتیں مگر اس خداوندی سفیر میں استقلال اور شفقت ومہربانی کا مضمون کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس حالت پر بھی وہ مایوس نہیں ہوا اور اپنی تکلیفوں کا جن کی انتہا قتل کے پختہ منصوبے ہوئے تھے کچھ خیال نہ فرمایا، بلکہ وطن چھوڑ کر دوسری طرح کا ثبوت دیا کہ مکہ کے اندر رہ کر تخم ریزی اسلام کی حاجت تھی اور باہر رہ کر اس کے مزاحم دفع کرنے کی ضرورت ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ وہ اشتعال جو عداوت وتعصب کی بنا پر ان کو پیدا ہوا اور مجھے دیکھ دیکھ ابلتا اور جوش کھاتا ہے، نظر سے اوجھل ہونے کی وجہ سے کسی طرح کمزور پڑ جائے تو ان کو غور وتامل کا موقع مل جائے اور اپنی بہبودی ونفع کی سوجھ بوجھ ہو، چنانچہ مدینہ پہنچ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے غافل نہیں ہوئے اور ادھر تبعین کی تکمیل کا پہلو سنبھالا جس کو ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے اور اُدھر دنیا کی دارالسلطنت یعنی شہر مکہ سے بغاوت دور کرنے کے خیال قدیم میں بدستور منہمک رہے کہ باوجود بعد مسافت کے سلسلہ آمد ورفت اور چھیڑ چھاڑ ضرور چلی جائے تاکہ بات کہنے اور سننے کا موقع ملتا رہے۔

اہل مکہ نے جب اپنے وطن کو اس شورش سے خالی پایا جس کے روکنے میں ہر وقت لگے ہوئے تھے تو ان کو بھی خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر ان کا خاموش بیٹھنا خداوندی سفیر کے اس مقصود میں جو اس کے دل کو لگی ہوئی تھی بڑا مانع تھا، کیونکہ جب کسی شخص سے بالکل یکسوئی ہو جاتی ہے تو نہ تبادل خیالات کا موقع ملتا ہے اور نہ مصلح کو اپنا رنگ جمانے کی کوئی تدبیر نصیب ہوتی ہے۔

اس لئے وہ سچا خیر خواہ جس کو اپنے ملک اور قوم کی بدحالی سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہر لحہ ایک بے چینی لگی ہوئی تھی، اگر قوم بے تعلق ہو کر بیٹھتی بھی تو وہ اس بے تعلقی کو پسند نہ کرتا اور حسن تدبیر یہ ہوئی کہ ان مسلمانوں کو جو مظلوم بنا کر بے وطن کئے گئے تھے، دشمنان اہل مکہ سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ ادھر ان کی ہمتیں بلند ہوں اور انتقام لینے کی وجہ سے ایذاؤں کے صدمات کچھ کم ہو جاویں اور اُدھر چھیڑ چھاڑ کی جس قائم ہو کر سلسلۂ ملاقات وآمد ورفت جاری ہو اور معرکہ آرائی سے مفسد سردار جو دوسروں کے لئے سدراہ بنے ہوئے ہیں مادہ فاسدہ سے بھرے ہوئے عضو کی طرح کٹ کر جدا ہو جاویں اور باقی رعایا پر سفیر کو اپنی نصیحت اور قوت قدسیہ کے اثر ڈالنے کا موقع ملے کہ انجام کار شہر مکہ جس کی اصلاح اس سفارت کا مقصود اعظم ہے، بغاوت سے پاک اور نجاست سے صاف ہو جائے، اس اجازت ملنے پر مسلمانوں کی مختصر جماعت اہل مکہ کے اس تجارتی کارواں سے تعرض کے لئے جو کہ بھرپور گلہ سے لدا ہوا ملک شام سے واپس آ رہا تھا بدر کے قریب آئی، مگر قافلہ اس کی اطلاع پا کر راستہ کترا گیا اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع پہنچا کر خود ساحل سمندر کے راستہ ہو لیا، اہل مکہ کو کب گوارا تھا کہ ان کا قافلہ لٹے اور وہ بھی ان کے ہاتھوں جن کو ضعیف وکمزور نئے مذہب کا بانی اور اپنا دشمن سمجھے ہوئے تھے اس لئے ہر چند کہ کارواں کی دوسری اطلاع اپنے بخیریت مکہ پہنچ جانے کی موصول بھی ہو گئی، مگر ان کے حاکمانہ تکبر نے اپنے عزم کو ملتوی کرنا پسند نہ کیا اور اس خیال سے کہ آئندہ کے لئے دوسروں کی ہمت کا راستہ کھلتا ہے، چاہا کہ مسلمانوں کی اس ہمت کا خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ پورے سازو سامان کے ساتھ وہ لوگ مکہ سے نکلے اور ہولناک جنگ کے لئے تیار ہو کر بڑھے چلے آئے۔ خداوندی سفیر کا تو عین منشا تھا کہ اپنے پیارے وطن کے باشندوں کا سلسلۂ آمد ورفت قائم ہوا اور وہ متکبر سردار جنہوں نے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنا رکھا ہے، دنیا سے اٹھیں تو بقیہ لوگوں پر اثر ڈالا جائے، اس لئے مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ وہیں ٹھہر گیا اور غیبی اعانت کے کرشمے دیکھنے کے لئے آمادۂ پیکار ہو کر بدر کے کنوے پر آ قابض ہوا۔

جنگ ہوئی اور بڑے زور کی ہوئی کہ بہادروں کے پتے پانی ہو گئے اور شیروں کے دل وجگر دہل دہل گئے آخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور گو ان کی تعداد اہل مکہ سے تہائی تھی اور سامان جنگ میں تو مقابلہ ہی کیا تھا مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے سفیروں کا بول بالا رہے اور مخالفوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان جس طرح حجت ودلیل میں کمزور نہیں ہیں، اسی طرح ملکی رواج کے موافق جنگ کے میدان میں بدن اور ہمت کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں ہیں، اس لئے صنادید قریش اور مکہ کے بڑے بڑے سردار تو مقتول ہو کر زمین پر گر گئے اور جو بچے وہ سراسیمہ وپریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ (جاری ہے)

لاہوری جماعت کی حقیقت!

گزشتہ سے پیوستہ

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

تکفیر کا مسئلہ

لاہوری جماعت جس بنیاد پر اپنے آپ کو اہل قادیان سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ اصل میں تو نبوت ہی کا مسئلہ ہے، جس کے بارے میں پیچھے واضح ہو چکا کہ وہ صرف لفظی ہیر پھیر کا فرق ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ دوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جماعت لاہور کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت قادیان سے مختلف ہے، تکفیر کا مسئلہ ہے، یعنی لاہوریوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیتی ہے، لیکن یہاں بھی بات اتنی سادہ نہیں، جتنی بیان کی جاتی ہے، اس مسئلہ پر امیر جماعت محمد علی لاہوری قادیانی نے ایک مستقل کتاب ”ردتکفیر اہل قبلہ“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد ان کا جو نقطہ نظر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود نہ ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں:

۱:... ”وہ لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے، مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے، ایسے لوگ ان کے نزدیک بلاشبہ کافر نہیں ہیں، بلکہ فاسق ہیں۔“

(تحفۃ المعہود فی الاسلام مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء، ص:۲۱۵)

۲:... ”وہ لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر یا کاذب کہتے ہیں، ان کے بارے میں ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ وہ ”کافر“ ہیں۔

چنانچہ محمد علی قادیانی لکھتے ہیں:

”گویا آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں، ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے اور دوسرے منکروں کا حکم الگ ہے۔“

آگے پہلی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعویٰ کے انکار کو وجۂ کفر قرار نہیں دیا، بلکہ وجۂ کفر صرف اسی بات کو قرار دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے کافر کہا۔ اس لئے اسی حدیث کے مطابق جو کافر کہنے والے پر کفر لوٹاتی ہے۔ اس صورت میں بھی کفر لوٹا۔“

مزید لکھتے ہیں:

”چونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معنی یکساں ہیں یعنی مدعی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی دونوں تکفیر کرتے ہیں، اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آجاتے ہیں۔“ (ردتکفیر اہل قبلہ مصنفہ محمد علی لاہوری، ص:۳۲ مطبوعہ انجمن اشاعت اسلام ۱۹۲۶ء)

نیز لاہوری جماعت کے معروف مناظر اختر حسین گیلانی لکھتے ہیں:

”جو (مرزا قادیانی) کی تکذیب کرنے والے ہیں، ان کے متعلق ضرور فرمایا کہ ان پر فتویٰ کفر لوٹ کر پڑتا ہے، کیونکہ تکذیب کرنے والے حقیقتہً مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔“ (مباحثہ راولپنڈی ص:۲۵۱ مطبوعہ قادیان)

اس سے صاف واضح ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوؤں میں کاذب (جھوٹا) قرار دیتے ہیں یا انہیں کافر کہتے ہیں۔ ان کو لاہوری جماعت بھی کافر تسلیم کرتی ہے۔ صرف تکفیر کی وجہ کا فرق ہے، جو لوگ لاہوریوں کے نزدیک کفر کے فتوے سے مستثنیٰ ہیں اور صرف فاسق ہیں وہ صرف ایسے غیر احمدی ہیں جو مرزا قادیانی کو کاذب یا کافر نہیں کہتے، اب غور فرمائیے کہ عالم اسلام میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب نہیں کرتے؟ ظاہر ہے کہ جتنے مسلمان مرزا قادیانی کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے وہ سب ان کی تکذیب ہی کرتے ہیں، لہٰذا وہ سب لاہوری جماعت کے نزدیک بھی فتوائے کفر کے تحت آجاتے ہیں، کیونکہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا عملاً ایک ہی بات ہے خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳... روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷)

منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ میں جج صاحبان نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا قادیانی کو نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا ایک ہی بات ہے۔ لہٰذا جو فتویٰ تکذیب کرنے والوں پر لگے گا وہ درحقیقت تمام غیر احمدیوں پر عائد ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”نماز جنازہ کے متعلق احمدیوں نے

ہمارے سامنے بالآخر یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک فتویٰ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے، جس میں انہوں نے احمدیوں کو اجازت دی ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شریک ہوسکتے ہیں، جو مرزا قادیانی کے مکذب اور مکفر نہ ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے، کیونکہ اس فتویٰ کا ضروری مفہوم یہی ہے کہ اس مرحوم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو مرزا قادیانی کو نہ مانتا ہو، لہٰذا اس اعتبار سے یہ فتویٰ موجودہ طرز عمل ہی کی تائید وتصدیق کرتا ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ۱۹۵۳ء ص:۲۱۲)

اب غور فرمائیے کہ فتویٰ کفر کے اعتبار سے عملاً لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں کیا فرق رہ گیا؟ قادیانی کہتے ہیں کہ تمام مسلمان غیر احمدی ہونے کی بنا پر کافر ہیں اور لاہوری جماعت والے کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو کاذب کہنے کی وجہ سے کافر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فتوائے کفر کے لوٹ کر پڑنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب اس اندرونی فلسفے کو وہ خود طے کریں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن عملی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کیا فرق پڑا کہ:

ستم سے باز آکر بھی جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بعض مرتبہ لاہوری جماعت کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مرزا قادیانی کی تکذیب کرنے والوں کو جو کافر قرار دیتے ہیں، اس سے مراد ایسا کفر نہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج کردے بلکہ ایسا کفر ہے جو "فسق" کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر "کفر" سے ان کی مراد فسق ہی ہے تو پھر جو غیر احمدی مرزا قادیانی کو کافر یا کاذب نہیں کہتے، ان کے لئے اس لفظ کفر کا استعمال کیوں درست نہیں؟ جبکہ وہ بھی لاہوریوں کے نزدیک "فاسق" ضرور ہیں۔ (دیکھئے النبوۃ فی الاسلام ص:۲۱۵، طبع دوم ومباحثہ راولپنڈی ص:۲۴۷)

لاہوری جماعت کی وجوہ کفر:

مذکورہ بالا تشریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان بنیادی عقائد کے اعتبار سے کوئی عملی فرق نہیں۔ فرق اگر ہے تو وہ الفاظ و اصطلاحات اور فلسفیانہ تعبیروں کا فرق ہے اور ان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فرق لاہوری جماعت نے ضرورتاً اور مصلحتاً پیدا کیا ہے، اسی لئے ۱۹۱۴ء کے تنازعہ خلافت سے پہلے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، اب صحیح طور پر ان کے کفر کی وجوہ درج ذیل ہیں:

۱:... "قرآن وحدیث، اجماع امت مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد اور ذاتی حالات کی روشنی میں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز وہ مسیح نہیں جس کا قرب قیامت میں وعدہ کیا گیا ہے اور ان کو مسیح موعود ماننا قرآن کریم، متواتر احادیث اور اجماع امت کی تکذیب ہے، لاہوری مرزائی چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مانتے ہیں، اس لئے کافر اور دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح قادیانی مرزائی۔"

۲:... "مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوچکا ہے، لہٰذا اس کو کافر کہنے کے بجائے اپنا دینی پیشوا قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔"

۳:... "پیچھے بتایا جاچکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی سینکڑوں کفریات کے باوجود لاہوری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ (معاذ اللہ) وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس منعکس ہوگئی تھی اور اس اعتبار سے اسے نبی کہنا درست ہے، یہ عقیدہ دائرہ اسلام میں کسی طرح نہیں کھپ سکتا۔"

۴:... "دعوائے نبوت کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف بے شمار کفریات سے لبریز ہیں لاہوری جماعت مرزا قادیانی کی تمام تحریروں کو حجت اور واجب الاطاعت قرار دے کر ان تمام کفریات کی تصدیق کرتی ہے۔" محمد علی لاہوری قادیانی لکھتے ہیں:

"اور مسیح موعود کی تحریروں کا انکار درحقیقت مخفی رنگ میں خود مسیح موعود کا انکار ہے۔" (النبوۃ فی الاسلام ص:۱۱۱، طبع دوم لاہور)

یہاں یہ واضح رہنا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں "مجدد" کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جب اسلام کی تعلیمات سے روگردانی عام ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ پھر سے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان مجددین کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی، نہ ان کی کسی بات کو شرعی حجت سمجھا جاتا ہے، نہ وہ اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ انہیں ضرور مجدد مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ لوگ انہیں مجدد کی حیثیت سے پہچان بھی جائیں، چنانچہ چودہ سو سالہ تاریخ میں مجددین کے ناموں میں بھی اختلاف رہا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص انہیں مجدد تسلیم نہ کرے تو شرعاً وہ گناہگار بھی نہیں ہوتا، نہ وہ اپنے تجدیدی کارنامے الہام کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں اور نہ ان کے الہام کی تصدیق شرعاً واجب ہوتی ہے۔

اس کے بالکل برعکس لاہوری جماعت مرزا قادیانی کے لئے ان تمام باتوں کی قائل ہے، لہٰذا اس کا یہ دعویٰ کہ: "ہم مرزا قادیانی کو صرف مجدد مانتے ہیں" مغالطے کے سوا کچھ نہیں۔ ☆☆☆

گیا، سرتن سے جدا کردیئے گئے، پیٹ چاک کردیئے گئے، بعضوں کو زندہ آگ میں جلادیا گیا۔''

(حضارۃ العرب، ص:۳۲۶، ۳۲۷)

انگریز بادشاہ ہنری چہارم اور ہنری پنجم کے عہد (۱۳۹۹-۱۴۲۲ء) میں کیتھولک کلیسا کی احتسابی عدالتوں نے لاکھوں کی تعداد میں مخالفین کو تختہ دار پر چڑھادیا۔ اسپین میں اکتیس ہزار لوگوں کو جلادیا گیا اور دو لاکھ نوے ہزار کو سخت ترین وحشیانہ سزائیں دی گئیں۔ ہالینڈ میں چارلس پنجم کے عہد (۱۳۳۷-۱۳۸۰ء) میں ایک لاکھ افراد موت کی نیند سلادیئے گئے، پھر اس کے بیٹے اور ولی عہد کے عہد میں پچاس ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کردیا گیا۔

فرانس میں چارلس نہم کے عہد (۱۵۵۰-۱۵۷۴ء) میں کیتھولک عیسائیوں نے بیس ہزار پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو قتل کیا، پھر لوئی چودھویں (۱۶۲۸-۱۷۱۵ء) کے عہد میں بڑی تعداد میں پروٹسٹنٹوں کو قتل کیا گیا اور نصف ملین پروٹسٹنٹ ہالینڈ، انگلینڈ، بروسیا اور امریکا ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں قصۃ الاضطہاد الدینی فی المسیحیۃ والاسلام، ڈاکٹر توفیق الطویل، ص:۸۱،۹۹)

امریکا میں اصل باشندے ریڈ انڈین کی آبادی تقریباً ایک سو پچاس ملین تھی، لیکن گوروں نے سوائے ایک ملین کے سب کو ختم کردیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: الامبر اطوریۃ الامریکیۃ البدایۃ والنھایۃ، منصور عبدالحکیم، ص:۸۱،۹۹)

فرانس میں جمہوری انقلاب برپا ہوا اور جب فرداً فرداً انسانوں کو قتل کرنا، وہاں ممکن نہ رہا تو گلوٹین ایجاد کرنا پڑیں جو بیک وقت بیسیوں انسانوں کے سروں کو ناریلوں کی طرح اڑا دیتی تھیں، اس جمہوری انقلاب نے مورخین کے اندازے کے مطابق چھبیس لاکھ انسانوں کو گلوٹوں کی بھینٹ چڑھادیا۔

اسی طرح روس میں اشتراکی انقلاب نے ایک

(بقیہ: محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی)

کروڑ سے زائد انسانوں کو قتل وغارت گری اور بربادی قید خانوں کے حوالے کردیا۔

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں یورپی ممالک نے جرمنی سے اپنے علاقوں کی آزادی کے لئے قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا، اس ہولناک جنگ عظیم میں دس ملین سے زائد انسان مارے گئے اور زخمیوں کی تعداد بیس ملین بتائی جاتی ہے، اس میں روس کے ۱۷ لاکھ، فرانس کے ۱۳ لاکھ ۷ ہزار، اٹلی کے ۴ لاکھ ۶۰ ہزار، آسٹریلیا کے ۸ لاکھ، برطانیہ کے ۷ لاکھ ۲۰ ہزار، بلغاریہ کے ایک لاکھ، رومانیہ کے ایک لاکھ، آسٹریا کے ایک لاکھ، ترکی کے ۲ لاکھ پانچ ہزار، بیلجیم کے ایک لاکھ دو ہزار، سرو ماؤنٹی نیگرو کے ایک لاکھ اور امریکا کے ۵۰ ہزار انسان قتل ہوئے۔ (معجم المعارک الحربیۃ، ماجد اللحام، ص:۶۳،۹۳)

جاپانی اور چینی جنگ (۱۹۳۷-۱۹۴۳ء) میں چینی مقتولین، زخمیوں اور متاثرین کی تعداد پانچ ملین اور ۲۶۰ ہزار ہے، اسی جنگ میں چین کے مشہور شہر ''نانکین'' میں بھیانک قتل عام ہوا جس میں بیس ہزار چینی مارے گئے اور بیس ہزار عورتوں کا جنسی استحصال ہوا۔ (تاریخ الیابان الحدیث والمعاصر، ڈاکٹر ہشام عبدالرؤف حسن، ص:۲۳۱،۲۳۲)

دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں طاقت کے نشہ میں مست عالمی سامراجی طاقتوں نے علاقہ پر قبضہ جمانے کے لئے اربوں اور کھربوں پاؤنڈ اور ڈالر کا مالی نقصان کیا اور اس میں مختلف ملکوں کے جو انسان صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، ان سب کی مجموعی تعداد ایک کروڑ چھ لاکھ بنتی ہے۔ امریکا کے دو لاکھ بانوے ہزار فوجی مارے گئے، سویت یونین کے سات لاکھ پچاس ہزار لوگ مارے گئے اور چین کا دو لاکھ بیس ہزار جانی نقصان ہوا۔ زخمیوں کی تعداد اتنی ملین تھی، مالی طور پر صرف امریکا کا تین سو پچاس ارب ڈالر خرچ ہوا، جب کہ ایک کروڑ سے زائد شہری گھروں سے بے گھر ہوگئے، لاکھوں انسان معذور ہوگئے اور لاکھوں بچے ایٹمی جراثیم کے اثرات کی وجہ سے آج بھی معذور ہی پیدا ہورہے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: موسوعۃ الحروب رہیثم ہلال، ص:۳۲۵، اور ذکرۃ القرون العشرین، ڈاکٹر احمد کنعان، ص:۹۹)

جنگ عظیم دوم کے دوران اگست ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے برطانیہ پر سخت فضائی حملے کئے جو پانچ مہینے تک جاری رہے اور ان میں تیئیس ہزار شہری مارے گئے۔ (تاریخ اوربا الحدیث، ا-ل-فشر، ص:۶۷۳)

جنگ عظیم دوم میں امریکا نے جنوری ۱۹۴۳ء میں جرمنی پر حملہ کرکے تقریباً ایک ملین شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور تین ملین مکانات منہدم کردیئے، یہ حملے پوری شدت کے ساتھ جاری رہے، یہاں تک برلین کا سقوط ہوگیا اور جرمنی کے اکثر شہر ویران ہوگئے۔ (تاریخ اوربا الحدیث، ا-ل-فشر، ص:۷۰۲، ۷۰۱)

پھر مزید یہ کہ آمنے سامنے کی جنگ تو بہادری کی جنگ سمجھی جاتی ہے، مگر امریکا نے اس جنگ عظیم دوم میں بغیر مقابلہ کے ہیروشیما اور ناگاساکی کی پُرامن آبادی پر ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو ایٹم بم گرا کے دو لاکھ تیس ہزار انسانوں کو لمحہ بھر میں ہوا میں تحلیل کردیا اور ایک لاکھ ستاون ہزار جاپانی زخمی ہوئے۔ (تاریخ الیابان الحدیث والمعاصر، ڈاکٹر ہشام عبدالرؤف حسن، ص:۲۲۸، ۲۳۰)

بارہ ہزار ٹن وزنی بم شہری آبادیوں پر برسائے گئے جن کی وجہ سے درجۂ حرارت پانچ لاکھ ڈگری فارن ہائیٹ سے زیادہ ہوگیا، ایسے میں انسانیت کا کیا حال ہوا ہوگا، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

یہ سب کسی انسانی خیر خواہی یا کسی اعلیٰ انسانی مقصد سے نہیں، بلکہ صرف علاقہ پر غیر کا قبضہ ہٹانے اور اپنا قبضہ جمانے کے لئے کیا گیا، دوسری جنگ کی

۔ ان سب ہولناکیوں کے بعد جو علاقائی قبضہ کے لئے جنگیں ہوئیں، ان میں کوریا وار (۱۹۵۰-۱۹۵۳ء) میں جو امریکا کے کوریا پر قبضہ کرنے کے سلسلہ میں ہوئی تقریباً تین ملین انسان قتل ہوئے، ۱۹۵۱ء میں چینی لیڈر ماؤسی تنگ کرنے اپنے مخالفین کے خلاف وحشیانہ کارروائیاں کی جن میں خود اس کے اعتراف کے مطابق آٹھ لاکھ مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، یہ چینی لیڈر فخریہ کہا کرتا تھا کہ اس نے چھیالیس ہزار لوگوں کو زندہ دفن کر دیا۔

(الصین رکوزا وزقیس، ص:۱۹۷، ۱۹۹)

۱۹۴۹-۱۹۵۳ء میں مشرقی ترکستان میں چین نے ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا، دین اسلام پر پابندی عائد کر دی اور مشرقی ترکستان کا نام بدل کر صوبہ سیکیانج کر دیا۔ (الصین رکوزا وزقیس، ص:۲۵۴)

ویتنام جنگ (۱۹۶۴-۱۹۷۵ء) میں امریکا نے ویتنام کے تین ملین شہریوں کو قتل کر دیا، تیس ہزار ویتنامی اپاہج ہوگئے اور چالیس ہزار ملک بدر ہوگئے۔

(ذاکرۃ القرن العشرین، ص:۱۱۰)

۱۹۸۲ء میں اسرائیلی وزیراعظم ایریل شارون نے جنوب لبنان کے خیموں میں پناہ گزین تین ہزار سے زائد فلسطینیوں کو قتل کر دیا۔ (المجازر الصہیونیۃ ضد الشعب الفلسطینی رجواد احمد، ص:۴۲ اور فلسطین التاریخ المصور ر ڈاکٹر طارق السویدان، ص:۳۳۳، ۳۳۵)

۱۹۹۰ء کی گلف وار میں جو سپر پاور کی سرپرستی میں لڑی گئی، ایک لاکھ انسانی جانوں کا ضیاع ہوا۔

۱۹۹۰ء-۱۹۹۴ء میں روانڈا میں نسل کشی جنگ میں آٹھ لاکھ انسان قتل کر دیئے گئے، دو ملین ملک سے باہر پناہ گزین ہوئے اور نصف ملین ملک کے اندر ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے اور انہیں ٹھکانہ نصیب نہیں ہوسکا۔

(تقریر حالۃ الاجئین فی العالم، ص:۲۲۵، ۲۴۷)

۱۹۹۲-۱۹۹۵ء میں یورپین ممالک کی سرپرستی میں سربوں نے بوسنیا اور ہرسک میں دسیوں ہزار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق بیس ہزار سے پچاس ہزار تک مسلم عورتوں کی عزت وآبرو کا پردہ چاک کیا گیا اور تین سو قبروں میں مسلمانوں کو مسخ کر کے دفن کر دیا گیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: جمہوریۃ البوسنۃ والهرسک قلب اوربا الاسلامی رڈاکٹر احمد بن علی تمراز، حسین عرسا بیتش، ص:۶۹، ۷۷، تقریر اشکال العنف:۶۰ و موسوعۃ الحروب رہیثم ہلال، ص:۴۹۳)

۱۹۹۴-۱۹۹۷ء چیچنیا روس نے ایک لاکھ چالیس ہزار چیچنیائی مسلمانوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ایسی ایسی گھناؤنی کارروائیاں کی گئیں کہ صرف اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روس نے بین الاقوامی سطح پر ممنوع ایٹمی ہتھیاروں کو خوب دھڑلے سے استعمال کیا۔ (تاریخ القوقاز رمحمود عبدالرحمٰن، ص:۱۹۳، نیز مندرجہ بالا معلومات کے لئے دیکھیں: الرحمۃ فی حیاۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رالکتور راغب الحنفی السرجانی، ۲۰۰۹ء رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ)

عالمی سپر پاور روس کی مسلط کردہ افغان وار میں جو ۲۵ر دسمبر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۹ء تک ہوئی دس لاکھ سے زائد انسان مارے گئے اور کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا جب کہ لاکھوں لوگوں کو ابھی تک اپنے گھر کی چھت نصیب نہیں ہوئی۔

(رہبر انسانیت رمولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ص:۳۳۲)

دوسری طرف اسلام کی جنگوں کا نقشہ دیکھئے تو نظر آئے گا کہ ان میں صرف ایک ہزار سے کچھ زیادہ افراد اس میں کام آئے، جن میں مسلمان اور ان کے دشمن کے افراد شامل ہیں، پھر بھی نبی اسلام اور اسلام پر ظلم کا الزام وہ لوگ لگاتے ہیں، جنہوں نے لاکھوں انسانوں کو محض غیر علاقہ پر قبضہ کرنے یا اپنے علاقہ سے دشمن کو ہٹانے کے لئے موت کی بھینٹ چڑھا دیا۔ ☆

پس آئینہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مختلف فرقہ بندیوں کے باوجود مسلمانوں کی وحدت کو برقرار رکھا ہوا ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کا تصور وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کر دینے کے مترادف ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور وہ مسلمانوں ہی کو انقلاب ۱۸۵۷ء کا ذمہ دار سمجھتے تھے، گو مسلمان غیر منظم ہونے کی وجہ سے آزادی کی جنگ ہار چکے تھے، لیکن ہنوز انگریزوں کو کھٹکا لگا ہوا تھا، چنانچہ اس دور میں مسلمانوں کے جذبۂ حریت کو کچلنے کے لئے انگریزوں نے جس بربریت کا مظاہرہ کیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس کے باوجود برطانوی استعمار پرستوں کو اطمینان قلب حاصل نہیں تھا، یہ کانٹا بدستور ان کے دل میں کھٹک رہا تھا کہ یہ شیر جو زخمی ہو چکا ہے ایک بار پھر حملہ آور ہوگا، انگریز چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو ختم کیا جائے اور ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا جائے، تاکہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکیں، لیکن اس آرزو کے پورا ہونے کی صورت نہ تھی، جب تک مسلمان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ مرزائیت کی تحریک جو مذہبی روپ میں نمودار ہوئی دراصل مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد فنا کرنے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ایک خوفناک سازش تھی جو انگریزی عہد حکومت میں کی گئی، بالفاظ دیگر مرزائیت کی تنظیم انگریزی راج کو دوام بخشنے کی ایک تدبیر تھی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری زندگی انگریزوں کی قصیدہ خوانی میں گزری۔ مرزائیت کو ہم ایک ایسے درخت سے تشبیہ دے سکتے ہیں، جس کی آبیاری اور حفاظت اپنی سیاسی مصلحت کے تحت انگریز کرتے رہے اور جب تک وہ یہاں رہے، اس کے برگ وبار سے متمتع ہوتے رہے۔" (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ)

بہن کو راہبہ بنانے کی کوشش میں

عیسائی خاتون پرنسپل کا قبولِ اسلام

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

روزی میری خالہ زاد بہن تھی اور پختہ عقیدہ کی کیتھولک عیسائی تھی، وہ چرچ کے ایک اسکول میں ٹیچر تھی، لیکن اس نے عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے بہت سی خدمات انجام دی تھیں، اس کے صلے میں اسے پرنسپل بنا دیا گیا تھا، روزی پر عیسائیت کا رنگ بہت گہرا تھا، وہ جب بھی ہمارے گھر آتی تھی، عیسائی مذہب کی خصوصیات کا ذکر کرتی تھی، وہ مجھ سے کہتی تھی کہ میں تارک الدنیا ہو کر اپنی زندگی پاک مریم کے لئے وقف کر دوں، پاک مریم کی زندگی کی وہ ایسی محیر العقول کہانیاں مجھے سناتی تھی کہ میں بہت متاثر ہو جاتی تھی، اکثر مجھے محسوس ہوتا کہ روزی جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ٹھیک ہے اور مجھے تارک الدنیا ہو کر راہبہ بن جانا چاہئے، ایک مرحلہ ایسا آیا جب میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں تارک الدنیا ہو کر خود کو چرچ کے لئے وقف کر دوں اور خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لوں گی، میں نے جب اپنے اس ارادے کا اظہار اپنی والدہ کے روبرو کیا تو وہ حیرت زدہ رہ گئیں، وجہ یہ تھی کہ وہ میری شادی ایک اچھے عیسائی خاندان میں طے کر چکی تھیں۔ ظاہر ہے کہ تارک الدنیا ہو کر راہبہ بننے کی صورت میں ان کا خواب ٹوٹ جاتا، اس لئے انہوں نے بڑی شدت کے ساتھ میری مخالفت کی اور مجھے حکم دیا کہ میں روزی کی باتوں میں نہ آؤں، زندگی میں دلچسپی لوں، انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تارک الدنیا بننا عیسائیت کے خلاف ہے، لڑکیوں کو ورغلا کر پادری انہیں اپنا مطیع اور تابعدار بنا لیتے ہیں اور پھر انہیں ہر طرح کے اچھے بُرے کاموں کے لئے استعمال کرتے ہیں، یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی اس لئے گھر کے تمام افراد کو مجھ سے بہت انسیت تھی، لیکن سب سے زیادہ محبت میری ماں ہی مجھ سے کرتی تھیں، میری والدہ نے مجھے روزی سے ملنے سے منع کر دیا تھا، چونکہ ان کو گمان تھا کہ روزی مجھے پھر تارک الدنیا ہونے کے لئے اکسائے گی، لیکن ہمارے حیرت کی انتہا نہیں رہی جب ایک دن ہمیں خبر ملی کہ روزی نے اسلام قبول کر لیا ہے، ہمارے خاندان کے افراد کو پہلے تو اس خبر پر یقین ہی نہیں آیا، لیکن جب ہم نے اس خبر کی تصدیق چاہی تو ہر طرف سے اس خبر پر تصدیق کی مہریں لگتی رہیں، جب میں اور میری والدہ نے روزی کے اسکول جا کر واقعات کی تصدیق چاہی تو معلوم ہوا کہ روزی کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے، چنانچہ میں اور میری والدہ روزی کے گھر گئے، جہاں وہ کچھ برقع پوش مسلم خواتین کے ساتھ موجود تھی، ہمارا خیال تھا کہ ہمارے غیر متوقع طور پر پہنچنے کی صورت میں روزی گھبرا جائے گی اور ہمارے سامنے آنے کی ہمت نہیں کرے گی، لیکن میں اور میری والدہ ششدر رہ گئیں جب روزی نے ہمیں خوش آمدید کہا، میں سمجھتی تھی کہ روزی مجھ سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں کرے گی، چونکہ وہ مجھے عیسائی راہبہ بننے کی تلقین کرتی تھی اور خود اس نے اسلام مذہب قبول کر لیا تھا، مگر میں انگشت بدنداں رہ گئی جب روزی کے چہرے پر میری نگاہ پڑی، اس کا چہرہ بے حد شگفتہ اور نورانی تھا، ایسا لگتا تھا کہ اس کے چہرے سے نور نکل رہا ہے، میں زندگی بھر روزی کو دیکھتی رہی تھی، لیکن اب سے پہلے مجھے کبھی وہ اتنی حسین نظر نہیں آئی تھی، جیسی اس دن نظر آ رہی تھی، روزی کے ساتھ جو دوسری مسلمان لڑکیاں تھیں، انہوں نے بھی نہایت خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا، بے ساختہ طور پر روزی سے میں نے سوال کیا کہ اس کے چہرے پر نور کیسے پیدا ہو گیا ہے؟ تو اس کا جواب تھا کہ یہ اسلام کا نور ہے، وضاحت کے ساتھ اس نے بتایا کہ جب وہ عیسائی تھی تو اس کے منہ پر رونق نہیں تھی، مگر اس نے جب سے اسلام قبول کیا ہے اس کو خود محسوس ہونے لگا کہ اس کا چہرہ روشن ہو گیا۔

روزی کی زندگی میں جو تبدیلی آئی تھی، اس سے ہمارا پورا خاندان لرزہ براندام ہو کر رہ گیا تھا، میں اور میری والدہ جاننا چاہتی تھیں کہ آخر روزی کی زندگی میں یہ تبدیلی کس طرح آئی؟ ہم نے روزی سے دریافت کیا کہ وہ عیسائی سے مسلمان کس طرح ہو گئی؟ اور اس نے اپنا آبائی مذہب کیوں ترک کر دیا؟ جب کہ وہ عیسائیت پر فدا تھی اور مجلسی زندگی میں جہاں کہیں بھی جاتی تھی، عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اس کی زبان نہیں تھکتی تھی۔

روزی نے ہمیں حیران و پریشان دیکھ کر کہا کہ اسلام اس کی زندگی میں نہایت آہستہ قدموں کے ساتھ داخل ہوا، یہاں تک کہ اس کو خود بھی گمان نہیں ہوا

کہ وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر رہی ہے۔

روزی کے مطابق کبھی کبھی کوئی معمولی سی بات بھی زندگی کا رخ بدل دیتی ہے، ہوا یہ کہ ایک دن خواتین ٹیچرز کا ایک وفد چرچ کے اسکول میں وزٹ پر آیا، روزی نے ان سب کا خیر مقدم کیا، چرچ کے ارکان کی طرف سے ان کی ضیافت کا انتظام بھی کیا گیا تھا، لیکن خواتین ٹیچرز میں سے ایک ٹیچر نے کھانے میں شامل ہونے سے انکار کردیا، جب اس سے کھانے کی میز پر چلنے کے لئے کہا گیا تو اس ٹیچر نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ وہ چونکہ مسلمان ہے اور حلال ذبیحہ کھاتی ہے اور حرام (غیر ذبیحہ) کھانا کھانے سے اس کے دین نے منع کیا ہے، تو روزی کو شدید حیرت ہوئی، روزی نے اپنی خالہ زاد بہن کو بتایا کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ حلال کسے کہتے ہیں اور حرام سے کیا مراد ہے؟ روزی کے مطابق وہ حلال اور حرام کی پہیلی کو سمجھنا چاہتی تھی، اس لئے اس نے خاتون مسلمان ٹیچر سے قریبی رابطہ قائم کیا اور یہ قریبی رابطہ ہی اس کے لئے راہ ہدایت پانے کا ذریعہ بن گیا۔

خاتون مسلم ٹیچر کا نام زاہدہ تھا، اس ٹیچر سے دوستی قائم ہونے کے بعد روزی کا یہ معمول بن گیا کہ جب بھی اس کو فرصت ملی، وہ زاہدہ سے ملنے کے لئے چلی جاتی اور جب زاہدہ کو وقت ملتا، وہ اس سے ملنے کے لئے آجاتی، دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرتیں، لیکن زاہدہ ہمیشہ مدلل گفتگو کے ساتھ اسلام کی خوبیوں کو اجاگر کرنے میں کامیاب رہتی تھی، روزی اس بات سے حیران تھی کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام عیسائیوں سے زیادہ کرتے ہیں اور بائبل کو خدا کی نازل کردہ کتاب مانتے ہیں، مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پاک مریم کو معصوم عن الخطا تسلیم کرتے ہیں، جب کہ عیسائیوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلے عام گستاخیاں کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے ہیں، روزی کے مطابق مسلمانوں کا یہ اخلاقی پہلو اس کو متاثر کرتا گیا اور جب تثلیث کا مسئلہ سامنے آیا اور زاہدہ نے اس عقیدے کو باطل ثابت کردیا تو روزی کی سمجھ میں آگیا کہ عیسائیت ایک خیالی مذہب بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کے ساتھ اس کا تقابل نہیں کیا جاسکتا۔

روزی کے مطابق طلاق کا مسئلہ اس کے ذہن میں اس طرح آیا کہ اسلام پر اس کا یقین کامل ہو گیا، اس نے جان لیا کہ حقوق نسواں کی حفاظت اگر کسی مذہب میں ہوسکتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے، ایک مطلقہ کو بھی باعزت زندگی گزارنے کا حق اسلام عطا کرتا ہے، دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو مطلقہ کے حقوق کو متعین کرتا ہو اور سماج پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہو کہ مطلقہ کو بھی نئے سرے سے زندگی شروع کرنے کی اجازت ہے، عام طور پر مطلقہ کو گری ہوئی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، لیکن اسلام نے طبقاتی کشمکش کے راستے کو بند کردیا ہے اور مطلقہ کو عقد و مناکحت کی اجازت دی ہے، موجودہ ترقی یافتہ دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب ایسا نہیں ہے جو اس درجہ جامع ہو اور جس میں مطلقہ کو سماج کی تحقیر سے بچانے کا انتظام کیا گیا ہو، اسی طرح بیوہ کو بھی اسلام نے باحیثیت رہ کر زندگی گزارنے کا مواقع فراہم کیا ہے، ایک بیوہ شوہر کی وفات کی عدت گزارنے کے بعد نئی ازدواجی زندگی کا آغاز کرسکتی ہے، اسلامی معاشرے میں بیوہ سے شادی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اسے باعث اجر ٹھہرایا گیا ہے۔

روزی نے جب مجھے اور میری والدہ کو اسلام کی خوبیوں کے بارے میں بتایا، تو ایک تجسس کا جذبہ ہماری طبیعت میں پیدا ہوا، روزی نے جب اپنی مسلم سہیلیوں سے ہمارا تعارف کرایا تو ہمیں اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کا سماج عیسائی سماج سے کہیں زیادہ مہذب اور بااخلاق ہے، روزی نے اسلام کو سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ کتابیں دیں، یہ اسلامی کتابیں اسلامی موضوعات کے تحت اسلام کو سمجھنے میں ہمارے لئے بہت معاون ثابت ہوئیں، میں اور میری والدہ روزی سے ملنے کے لئے اپنے ذہن میں یہ مقصد لے کر گئے تھے کہ اسے سمجھا کر عیسائی مذہب میں واپس لے آئیں گے، لیکن روزی نے اپنے جس پختہ عقیدے کا اظہار کیا تھا، اس سے ہمیں اندازہ ہوگیا کہ روزی کا پھر سے عیسائی بننا ممکن نہیں ہے، ایک مرحلے میں میری والدہ نے جب روزی سے یہ کہا کہ وہ اگر اپنے آبائی مذہب عیسائیت میں واپس آجائے تو پورا خاندان، اس کو گلے لگالے گا، اس پر روزی کا جواب تھا وہ اپنی جاں نثار کرسکتی ہے مگر اسلام سے روگردانی نہیں کرسکتی۔

روزی کی دی ہوئی کتابیں ہمارے مطالعہ میں تھیں، ان کتابوں سے ہمیں معلوم ہوا کہ اسلام محض رسومات یا عبادات سے موسوم نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا جامع مذہب ہے، جس میں زندگی کے سارے تقاضے موجود ہیں، اس مذہب کا کمال یہ ہے کہ کرۂ ارض پر بسنے والے لوگ اس کو اپنی زندگی میں اختیار کرسکتے ہیں، یہ مذہب مقامی ایشوز پر مبنی نہیں، بلکہ اس میں آفاقی ایشوز ہیں، ہر رنگ و نسل کے لوگ اس شجر کے نیچے آرام اور آسائش حاصل کرسکتے ہیں، جب کہ دنیا کے دیگر مذاہب وقتی تقاضوں کی بنیاد پر اپنی ایک ہیئت پیدا کرلیتے ہیں، جب یہ تقاضے ختم ہوتے ہیں تو یہ مذاہب بھی معدوم ہوجاتے ہیں، لیکن اسلام چونکہ آفاقی مذہب ہے، ابتدائے آفرینش سے اس کا وجود ہے اور قیامت تک یہ برقرار رہے گا، وقتاً فوقتاً اس مذہب کی تبلیغ کے لئے پیغمبر آتے رہے، لیکن نبی آخرالزماں کے آنے کے بعد یہ دین مکمل ہوچکا

ہے اور اس کے سارے تدریجی مراحل پورے ہوگئے ہیں، اس لئے اب یہی مذہب ہے جو آخر تک قائم رہے گا، یہاں تک کہ زمین شق ہوجائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا۔

پھر ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا، جب فکر ونظر کا نیا آفتاب و ماہتاب ہمارے ذہن میں طلوع ہوگیا، روزی مجھے اور میری والدہ کو ایک بڑے کمرے میں لے گئی۔ جہاں مسلمان خواتین جمع تھیں، موقع تھا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت کے جشن کا، اس جشن میں شمولیت نے ہماری تقدیر بدل دی، تاریخ کی بہت سی کتابیں پڑھ کر بھی ہمیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں اتنی معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں، جتنی معلومات اس جشن میں شامل ہوکر ہمیں حاصل ہوگئیں، یہ بات ہماری سمجھ میں آگئی کہ زمین و آسمان میں پیغمبر اسلام سے زیادہ کوئی دوسری محترم شخصیت موجود نہیں ہے اور یہ کہ اسلام ساری دنیا کے لئے رحمت کا خزینہ ہے، اس دوران روزی سے بگڑے ہوئے تعلقات بہتر ہونے لگے اور میرے ساتھ ہی میری والدہ کو محسوس ہونے لگا کہ روزی نے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا ہے، بلکہ اس نے اندھیرے سے کنارہ کشی اختیار کرکے نور کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔

روزی کے چہرے پر اور اس کے ساتھ رہنے والی دوسری مسلم لڑکیوں کی پیشانیوں پر جو نور نظر آتا تھا، وہ دراصل ایمان کا نور تھا، میرے دل میں یہ خواہش کروٹ لینے لگی کہ اے کاش! ایسا ہی نور میرے چہرے پر بھی پیدا ہوجائے، میں نے اپنی اس آرزو کا اظہار ایک دن روزی کے روبرو کردیا، روزی نے بتایا کہ اسلام میرے دل میں گھر کر چکا ہے اور میں علی الاعلان اسلام قبول کرلینا چاہتی ہوں، لیکن اس نے کہا کہ اپنے چہرے پر اسلام کا نور لانے کے لئے مجھے پہلے اپنی والدہ سے اجازت حاصل کرنی ہوگی، چونکہ میں نے اگر ایسا نہ کیا تو لوگ سوچنے لگیں گے کہ کسی دباؤ میں آکر میں نے اسلام قبول کیا ہے، میری ہمت نہ ہوتی تھی کہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے انقلاب کا ذکر اپنی والدہ سے کروں، ایک دن نہ جانے کیا سبب تھا کہ میری والدہ بے حد مسرور نظر آئیں، میں نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ روزی کے چہرے پر جو نور نظر آتا ہے، میں اس نور کو اپنے چہرے پر بھی منتقل کرنا چاہتی ہوں، اپنی والدہ کے جواب سے میں اس قدر خوش ہوئی کہ وفور جذبات کے سبب میری آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے، میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ وہ اسلام کی خوبیوں کی قائل ہوچکی ہیں اور صمیم قلب سے اسلام قبول کرچکی ہیں، بس دیر ہے تو صرف اس بات کی کہ وہ اپنے ایمان لانے کا اعلان کردیں، چنانچہ میں نے اور میری والدہ نے طے کیا کہ ہم دونوں ایک ساتھ ہی امت مسلمہ کا حصہ بننے کا اعلان کردیں گے۔

مسلمانوں کی طرف سے ایک عظیم تبلیغی اجتماع کا اہتمام کیا گیا، جس میں خواتین بکثرت شریک تھیں، مجھ سے اور میری والدہ سے کہا گیا کہ اسلام قبول کرنے کے تعلق سے ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں، نہ جانے مجھ پر اور میری والدہ پر کیا کیفیت طاری ہوگئی تھی کہ ہمارے جذبات و احساسات سن کر بعض خواتین رونے لگیں، اگرچہ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بارے میں اور بھی بہت سی قابل ذکر چیزیں ہیں، بس اتنا سمجھ لیجئے کہ الحمدللہ! روزی، میں اور میری والدہ تینوں مکمل طور پر مسلمان ہیں، ہم نے پُرجوش ایمانی نعروں کے درمیان کلمہ طیبہ پڑھا ہے، میرا اسلامی نام مریم رکھ دیا گیا ہے اور میری والدہ عائشہ کے نام سے جانی جاتی ہیں، ہماری دعا ہے کہ قبول اسلام کی جو توفیق ہمیں ملی ہے، ایسی ہی توفیق دوسرے گمراہوں کو بھی حاصل ہوجائے اور اسلام کی روشنی سے پوری دنیا گہوارۂ امن بن جائے۔ آمین۔ ☆☆☆

طلوع اسلام

اسلام کا آغاز اس وقت ہوا جب حق کی آواز بند ہوچکی تھی، دین ابراہیم علیہ السلام کا وجود سایہ ہوکر رہ گیا تھا، کفر اور شرک کی تاریکی ہر طرف پھیلی تھی، نبوت کا نور چھ صدیوں سے زیر نقاب تھا، توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی، جو مسافرانہ بے کسی کے عالم میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بلند ہوئی، پورب، پچھم، دائیں، بائیں ہر طرف اس صدائے حق کو اجنبی اور نامانوس سمجھا گیا، آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اسی کو وہی بیگانگی، اجنبیت اور مسافرانہ بے کسی کا منظر نظر آیا۔

رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوگئی، آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا، کان والے سننے لگے اور جو سننے لگے سر دھننے لگے، یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے مسحور اور اس شراب سے مخمور ہوگیا اور اسلام کا مسافر اپنے گھر پہنچ کر اپنے عزیزوں اور دوستوں میں ٹھہر گیا۔

اب وہ قافلہ بن کر آگے چلا، عرب کے ریگستانوں سے نکل کر عراق کی نہروں اور شام کے ریگستانوں میں پہنچا، پھر آگے بڑھا اور ایران کے مرغزاروں اور مصر کی وادیوں میں آکر ٹھہرا، اس سے آگے بڑھا تو ایک طرف خراسان وترکستان سے ہوکر ہندوستان کے پہاڑوں اور ساحلوں پر اس کا جلوہ نظر آیا اور دوسری طرف افریقہ کے صحراؤں کو طے کرکے اس کا نور بحر ظلمات کے کنارے چمکا۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

REGD. NO. SS-160

جنت میں گھر بنائیے!

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ

سیکٹر ۱۷۔اے۔بی، شاہ لطیف ٹاؤن کراچی، کا تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے

آئیے۔۔۔اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجیے

رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304